فہرست مضامین سیرۃ الصدیقؓ

مقدمہ

۱۸۵۲۵

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
مقدمہ طبع ثالث	د	مقدمہ طبع اول و ثانی	ہ

باب اول

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
نام، نسب، لقب، والدین	۱	ولادت ایام جاہلیت	۱
اسلام	۲	سبقت کے متعلق قول فیصل	۳
مالی اور بدنی ایثار	۳	ہجرت	۷
مواخاۃ	۱۱	ہجرت سے وفات آنحضرت صلعم تک	۱۲
غزوۂ بدر	۱۲	غزوۂ احد	۱۴
غزوۂ خندق	۱۶	حدیبیہ	۱۸
بیعت رضوان	۱۹	غزوۂ خیبر	۲۰
فتح مکہ	۲۱	غزوۂ حنین	۲۲
غزوۂ تبوک	۲۳	حج	۲۵
وفات آنحضرت صلعم	۲۵	حضرت صدیق کا موحدانہ خطبہ	۲۹

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
باب دوم			
سقیفۂ بنی ساعدہ	۳۰	تقریر حضرت سعد بن عبادہ	۳۱
تقریر حضرت ابوبکر صدیق	۳۲	تقریر حضرت ابوعبیدہ	۳۴
تقریر حضرت زید بن ثابت	۳۴	تقریر حضرت بشیر بن سعد	۳۴
تقریر حضرت عمر و ابوعبیدہ	۳۵	بیعت خاصہ	۳۵
بیعت عامہ	۳۵	حضرت عمر کی تقریر	۳۵
حضرت ابوبکر کا خطبہ	۳۶	معنی خلافت پر ایک لطیف بحث	۳۷
سلسلۂ جہاد	۳۸	جیش اسامہ	۳۸
لشکر کشی کے دس اصول	۴۰	فتنۂ ارتداد	۴۱
مدعیان نبوت	۴۲	مدینہ پر حملہ	۴۶
مہم قبیلۂ طے (نمونۂ آشتی)	۴۸	مہم مسیلمہ (معرکۂ رزم)	۴۹
مہم عراق	۵۴	معاہدے	۶۰
فوجی اور ملکی انتظام	۶۱	حج	۶۴
فتح شام	۶۴	مرض الموت و وفات	۷۳
حضرت عمر کی ولایت	۷۴	ذاتی حالات	۷۸
اصول حکومت	۸۰	عمال و کاتب	۸۲
علمی کمالات و علمی خدمات	۸۴	قرآن	۸۴
حدیث	۸۵	فقہ	۸۵

Marfat.com

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۶	تصوف	۸۶	تعبیر رویا
۸۷	علم الانساب	۸۷	عقائد
۸۸	مقولے	۸۸	بلاغت
۸۹	ازواج واولاد	۸۸	حب رسول

باب سوم فضائل

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۱	آیات قرآنی	۹۰	فضائل
۱۰۳	اقوال صحابہ واہل بیت	۹۶	احادیث نبوی

باب چہارم

صفحہ	مضامین
۱۱۲	اولیات

خاتمہ

صفحہ	مضامین
۱۱۳	خلاصہ حالات بالا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مقدمہ طبع ثالث

سیرۃ الصدیق کی اشاعت کو آٹھ سال کا زمانہ ہوچکا۔ اس عرصے میں دو بار چھپی اور بہت دن ہوئے کہ تقسیم ہوگئی۔ اہل ایمان کا شوق طبع ثالث کا متقاضی رہا۔ جو مضامین لکھنے سے رہ گئے تھے اُن کی تحریر کے انتظار میں چھپنا ملتوی تھا۔ بالآخر ممباسہ (ملک افریقہ) سے فرمائش آئی۔ قلب نے محسوس کیا کہ اب مزید تاخیر ایک گونہ معصیت ہے۔ لہذا طبع سوم کی تیاری کی گئی مضامین ذیل اضافہ ہوئے:۔

(۱) فضائل (۲) اوّلیات (۳) خاتمہ

اس اضافے سے کتاب کا حجم تقریباً ڈیوڑھا ہوگیا۔ فضل رّبانی نفع دو گونہ فرمائے!

وما ذٰلك على الله بعزيز

فضائل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خطبہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ گویا حیات صدیقیؓ پر تبصرہ ہے، معرفت اور بلاغت کی اُس قوّت کے ساتھ جو حضرت شیر خدا کا حصّہ تھی۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

حبیب گنج۔ ضلع علیگڑھ
جمعہ، ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

محمد حبیب الرحمٰن خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اللذین قاموا واقاموا علی الصراط المستقیم

عرصہ ہوا کہ میرے کرم دوست ضیاءالدین احمد صاحب نے فرمائش کی تھی کہ میں قرونِ اولیٰ[۱] کے کسی بزرگ کے حالات طلباء مدرسۃ العلوم کے سامنے بیان کروں، میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کو انتخاب کیا، جو باتفاق اہلِ سنت وجماعت افضل اُمت ہیں اور جنکی برگزیدہ زندگی میں دین و دُنیا دونو کی رہبری کے اعلیٰ اوصاف جمع تھے۔ اسی کے ساتھ اُن کے حالات و واقعات بہت کم اہلِ دین کے پیشِ نظر ہیں۔ آجکل اہلِ اسلام جس افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، اُس کا ایک مؤثر اور عمدہ علاج یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کے واقعات کثرت سے شائع کیے جائیں تاکہ مسلمان اُن کو پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ اُس دَور کے مسلمان خالص اسلامی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اُن کی زندگی اُن تمام بیرونی اثروں سے پاک صاف تھی جو بعد کو مسلمانوں کی زندگی پر مؤثر ہوتے گئے اور جنھوں نے اُن کو رفتہ رفتہ صراطِ مستقیم سے دُور کر دیا۔ اسی دُوری کا نتیجہ وہ تباہی اور بربادی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان بہترین مظہر اسلام تھے اور اُن کا اقتدا و پیروی ہر مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کو زندگی کی کشمکش میں ایک کامل رہبر و ہادی کا کام دے سکتی ہے۔ اسی یقین و عقیدے سے میں نے یہ رسالہ لکھا ہے خداوند تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمانوں کو نفع بخشے۔

اس رسالہ کی تحریر سے پہلے عرصہ تک میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا حالات انتخاب کیے یہی وجہ ہے کہ فرمائش کی تعمیل میں اس قدر تاخیر ہوئی۔ لیکن تاخیر سے جہاں انتظار کی زحمت ہوئی وہاں نفع بھی ہوا کہ بعض نایاب کتابیں طبع ہو کر آگئیں۔ مثلاً طبقات ابنِ سعد۔ نہایت معتمد و معتبر کتاب ہ

---

[۱] قرونِ اولیٰ۔ ابتداءِ اسلام کا زمانہ

سے یہ رسالہ مرتب ہوا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ جامع صحیح امام بخاری ۲ سیرۃ ابن ہشام ۳ طبقات ابن سعد ۴ معارف ابن قتیبہ ۵ مروج الذہب مسعودی ۶ تاریخ الملوک والامم امام ابن جریر طبری ۷ کامل ابن اثیر ۸ نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار امام وجیہ الدین عمر ۹ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبدالبر ۱۰ الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی ۱۱ تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۲ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ۱۳ جستہ جستہ باتیں فتوح البلدان بلاذری ۱۴ اور العقد الفرید ابن عبدربہ ۱۵ اور خلاصۃ الوفا ۱۶ اور الریاض النضرہ محب الدین طبری سے بھی ماخوذ ہیں جغرافیہ کے متعلق معجم البلدان ۱۷ یاقوت حموی، اور فتح الباری ۱۸ سے مدد لی گئی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ واقعات صاف اور سیدھی عبارت میں بیان کرد‌ئیے جائیں اور وہ سادہ بیانی حتی الامکان ہاتھ سے نہ جانے دی جائے جو قدماء مورخین کی روش تھی۔ عبارت آرائی سے قصداً احتراز کیا گیا ہے لہذا اگر اس رسالہ کی عبارت روکھی پھیکی معلوم ہو تو قابل چشم پوشی ہے

وما توفیقی الا باللہ

حبیب گنج۔ ضلع علی گڑھ

۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ یوم جمعہ

محمد حبیب الرحمن خاں

سلہ یہ ایک نایاب قلمی نسخہ ہے جو میرے کتب خانہ میں ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

نام، نسب، لقب و الدین

ایام جاہلیت میں عبد الکعبہ نام تھا بعد اسلام حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ تجویز فرمایا۔ صدّیق و عتیق دونو لقب ہیں۔ ابوبکر[۱] کنیت ہے سب سے زیادہ شہرت کنیت نے حاصل کی۔ نسباً قریشی تیمی ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرہ بن کعب بن لُوی بن غالب۔

چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر پہونچکر اُن کا نسب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر کے والد کا نام عثمان کنیت ابوقحافہ تھی۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے وقت نوے برس کی عمر میں اسلام لائے ۱۴ھ میں بعہد خلافت فاروقی وفات پائی۔

والدہ کا نام سلمٰی کنیت ام الخیر تھی۔ قریشی تیمی ہیں۔ اسلام سے مشرّف ہوئیں۔

ولادت ایام جاہلیت

حضرت ابوبکر عام فیل[۲] کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے یعنی آغاز سنہ ہجری سے پچاس برس چھ مہینے پہلے۔ ایام جاہلیت[۳] میں بھی قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ مؤرخین نے

۱؎ بکر آپکے اولاد میں کسی کا نام نہ تھا۔ ۲؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چالیس برس پہلے حبش کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا چونکہ ہاتھی اسکے ساتھ تھے اس لئے اس سال کا نام عام فیل اور حملہ کرنے والوں کا نام اصحاب فیل مشہور ہوا۔
۳؎ ایام جاہلیت۔ عرب کا وہ زمانہ جو ظہور اسلام کے قبل تھا۔

Marfat.com

لکھا ہے کہ صحابۂ[۱] کرام میں دس آدمی ایسے تھے جو ایام جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں رئیس و سربرآوردہ مانے گئے۔ من جملہ اُن کے ایک حضرت صدیق بھی ہیں، قیام مکہ میں رہتا تھا تجارت ذریعہ معاش و دولت مندی تھی۔ بسلسلۂ تجارت میں شام اور یمن کے متعدد سفر کئے تھے۔ پہلا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا۔ حسن اخلاق ہمدردی وسعت معلومات دانشمندی اور معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جن میں حضرت صدیق قبل اسلام بھی ممتاز تھے۔ ان ہی صفات کی وجہ سے لوگ اُن کے گرویدہ تھے۔ اہم معاملات میں مشورہ لیتے اور اُن کی رائے پر اعتماد کرتے۔ قبیلۂ قریش کی تاریخ اُس کی مختلف شاخوں اور خاندانوں کی قرابت و نسب کا جاننے والا اُن کے عہد میں اُن سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ قبائل عرب صدیوں سے آزاد تھے اور اُن پر کوئی بادشاہ حکمراں نہ تھا۔ قبیلوں کے سردار ہی معاملات کو طے کرتے تھے اور حکومت کے فرائض اور مختلف خدمتیں مختلف سرداروں کے سپرد ہوتی تھیں۔ قبیلۂ قریش کی خدمت اُشناق[۲] حضرت صدیق اکبر کے متعلق تھی جب کسی قبیلہ میں کوئی خون ہو جاتا تو اگر صدیق اکبر خون بہا کی ضمانت کر دیتے تو مقبول ہوتی دوسرے کی ضمانت قبول نہ کی جاتی۔ شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی۔ اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی نہیں کہا۔ شراب زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں پی۔

اسلام نزول وحی سے ایک سال پہلے سے حضرت ابوبکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے تھے آغاز وحی کے زمانہ میں بسلسلۂ تجارت یمن گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو قریش کے سردار ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ وغیرہ ملنے گئے اثناء گفتگو میں حضرت ابوبکر نے تازہ خبر دریافت کی تو کہا سب سے بڑی خبر اور بڑی بات یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بچہ مدعی نبوت بنا ہے۔ اسکے

۱؎ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ صحابی کہلاتے ہیں۔ صحابہ جمع کا صیغہ ہے۔

۲؎ اس خدمت کا تعلق دیت اور خونبہا سے تھا جب کوئی قتل کر دیتا تھا تو قاتل سے جو مالی بدلا لیا جاتا تھا اُس کو دیت کہتے تھے۔ اُس بدامنی و خونریزی کے زمانے میں ظاہر ہے کہ یہ صیغہ کس قدر اہم اور ذمہ داری کا تھا۔

الٰسدادکے متعلق ہم تمہارے آنے کے منتظر تھے۔ یہ سن کر حضرت صدیق کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا اور اعیانِ قریش کو خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر کے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، بعثت کے متعلق سوال کیا اور اُسی جلسہ میں قبولِ اسلام سے مشرف ہوئے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اُس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد و فکر ضرور پائی مگر ابوبکر کہ جس وقت میں نے اُن کے سامنے اسلام پیش کیا اُنھوں نے بے جھجک قبول کر لیا۔ اسمیں اختلاف ہے کہ اوّل اسلام کون لایا۔ بعض نے کہا ہے حضرت علی مرتضیٰ بعض کا قول ہے حضرت ابوبکر۔ قولِ فیصل یہ ہے کہ بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر، لڑکوں میں حضرت علی۔ بی بیوں میں حضرت خدیجہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ سب سے اوّل اسلام لائے حضرت سعد بن ابی وقاص وحی نازل ہونے کے ساتویں روز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اُن سے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت علی دولتِ ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے۔ ایمان لانے کے بعد صدیق اکبر نے اپنی تمام قوت و قابلیت سارا اثر کُل مال و متاع جان اور اولاد غرض جو کچھ اُنکے پاس تھا وہ سب اللہ اور اُس کے رسول کی رضا جوئی و اطاعت میں وقف کر دیا اور قبولِ اسلام کے بعد اُن کی تمام زندگی اطاعت و استقامت کی داستان ہے۔ قریش میں اُن کا جو اثر تھا اُس کو تم سن چکے ہو اُسی اثر کا جلوہ تھا کہ گروہ سابقون اوّلون[۵] کے ممتاز فرد مثلاً حضرت عثمان حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص اُنکے ذریعے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے فیضیاب ہوئے مال اُن غریبوں کی مدد میں صرف کیا جو اسلام لا کر سنگدل آقاؤں کی سختی کا نشانہ بن رہے تھے اُن میں سے بہت سوں کو حضرت ابوبکر نے خرید خرید کر آزاد کر دیا۔ من جملہ اُنکے حضرت بلال بھی تھے۔ اُن کی داستان کیسی درد انگیز ہے۔ حضرت بلال کا آقا اُن کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بہت ناراض تھا۔

---

[۵] سابقون اولون وہ صحابہ کرام جو واقعہ بدر ۲ھ تک ایمان لائے۔

Marfat.com

جوشِ غضب میں وہ عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹاتا سینے پر بھاری سا پتھر رکھ دیتا اور کہتا جب تک لات[1] اور عزیٰ پر ایمان نہیں لائیگا اسی عذاب و مصیبت میں مبتلا رکھوں گا۔ مگر پتھر کے نیچے سے آواز آتی "احدٌ احدٌ" میرا معبود وحدہٗ لاشریک ہے، وحدہٗ لاشریک۔ ایکروز حضرت ابوبکر نے یہ حالت دیکھی تو رحم آیا اور خرید کر آزاد کر دیا۔

ابتدار اسلام میں تین برس تک حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام خفیہ فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں حضرت ابوبکر بھی پوشیدہ خدمتہ اسلام کرتے تھے۔ جب رسالت کی چوتھی سال یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ تمکو جو حکم دیا جاتا ہے اُسکو علانیہ بیان کرو اور مشرکوں کی طرف سے منھ پھیر لو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ حق کا اعلان شروع کیا اور شرک وجہل کی مذمت علانیہ فرمانے لگے۔ اس سے مشرکین عرب بھڑکے۔ اُن کی بھڑک وحشی اور جنگجو عربوں کی بھڑک تھی کیا کچھ نہ گزر گئی کوئی ایذا اور کوئی تکلیف نہ تھی جو خدا کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ پہونچائی گئی۔ ان مصیبتوں میں صدیق اکبر کا بھی حصہ تھا۔ ایک روز حرم کعبہ میں مشرکوں کا مجمع ہے اور یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہمارے معبودوں کی مذمت اور توہین نئے نبی نے کیسی کی ہے۔ ناگاہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ کے واسطے داخل حرم ہوئے آپ کو دیکھ کر مشرکوں کی آتش غضب بھڑکی اور ایک شخص نے بڑھ کر کہا اے شخص تو ہی ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا بے شک۔ یہ سن کر تمام مجمع آپ سے لپٹ گیا نا ہنجار مارتے تھے اور کہتے تھے:۔

اَتَجْعَلُ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا تو سب اوں کو ایک خدا کر دیگا؟

آخر آپ بیہوش ہو کر گر گئے۔ کسی نے حضرت ابوبکر سے جا کہا ادرک صاحبک اپنے رفیق کی خبر لو۔ دوڑ کے

---

[1] لات اور عزیٰ عرب کے دو مشہور بت تھے۔

ہوئے آئے اور مجمع کفار میں گھس گئے۔ کسی کو مارتے کسی کو ہٹاتے اور کہتے جاتے تھے:۔

وَیْلَکُمْ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ — تم پر افسوس ہے کیا ایک شخص کو تم اس کہنے پر مارے ڈالتے
وَقَدْ جَاءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ — ہو کہ میرا رب اللہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ خدا کی جانب سے
روشن دلیلیں تمھارے پاس لایا ہے۔

یہ مداخلت مشرکوں کو سخت ناگوار ہوئی اور سب کے سب اُن پر جھپٹ پڑے اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ عزیزوں نے آکر بچایا۔ یہ سُن کہ حضرت صدیقؓ پٹتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے

تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ — اے عزت و جلال والے تیری ذات بہت بابرکت ہے۔

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اس واردات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ گھر پہنچے ہیں تو یہ حال تھا کہ سر پر جس جگہ ہاتھ لگتا وہیں سے بال الگ ہو جاتے۔ واقعہ ہٰذا کے ساتھ ایک اور واقعہ سُنو جس سے عزم رسالت کی شان کا اندازہ کر سکو اور عیاں ہو جائے کہ عین تلاطم شدائد کے وقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کس قدر مطمئن تھی اور آپ کو اپنے رب کے فضل پر کس قدر بھروسہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت کعبہ کے سایہ میں ردائے مُبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہماری مدد کے واسطے اللہ سے دعا نہیں کرتے یہ سُن کر آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے چہرہ مبارک غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ فرمایا اگلے لوگوں کا گوشت لوہے کے کنگھوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں سے الگ کیا گیا اُس پر بھی وہ دین سے نہیں ہٹے اُن کے سر پر آرے چلائے گئے چیر کر بیچ میں سے دو کر دیے تاہم دین پر قائم رہے[۱] اللہ اس دین کو ضرور کامیاب فرمائیگا اور نوبت یہ پہونچے گی کہ ایک سوار صنعا[۲] سے حضر موت تک جائیگا اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریگا۔

---

[۱] مدعا یہ ہے کہ تم اتنی ہی تکلیفوں سے گھبرائے جاتے ہو۔ [۲] صنعا و حضر موت یمن میں واقع ہیں اُنکے درمیان فاصلہ ۱۶۰ میل ہے۔

جب کفار کی سختیوں کا تحمل مسلمانوں سے نہ ہو سکا تو آپ نے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کر جاؤ۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ عادل و رحم دل ہے اُس کے زیر سایہ آدمیوں کو امن و آسائش کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دو مرتبہ مسلمان ہجرت کر کے ملک حبش کو گئے ایک دفعہ گیارہ مرد اور چار بی بیاں دوبارہ اسّی سے زیادہ مرد اور بی بیاں۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قیام فرما ہے حضرت ابوبکر نے عرصہ دراز تک سختیوں کی برداشت کی اور دامن حضوری نہ چھوڑا مگر آخر وہ بھی مجبور ہو گئے اور گھر بار کو چھوڑ کر براہ یمن ملک حبش کی راہ لی۔ پانچ منزلیں طے کر کے برک الغماد[1] نامی مقام پر پہونچے تھے کہ قبیلہ قارہ[2] کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اُسنے دیکھ کر حیرت سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ صدیق اکبر نے جواب دیا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا۔ اب پردیس میں پھر کر اپنے رب کی عبادت کرونگا۔

ابن الدغنہ۔ تم سا آدمی جو بیکسوں کا مددگار مصیبت زدوں کا ہمدرد۔ مہمان نواز راہ حق کی مصیبتوں میں غمخوار ہو وہ نہ اپنے گھر سے نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ میں تم کو پناہ دونگا مکہ کو لوٹ چلو اور وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔

چنانچہ حضرت ابوبکر ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آئے شام کو ابن الدغنہ نے اشراف قریش کے مجمع میں جا کر کہا کہ تم ایسے شخص کو یہاں سے نکالتے ہو جو محتاجوں کا حامی مصیبت زدوں کا غمخوار اور راہ حق کی مصیبتوں میں ہمدرد ہے۔ ابوبکر سے شخص کو نہ نکلنا چاہیئے اور نہ نکالنا۔ قریش نے ابن الدغنہ کی اماں کو تسلیم کیا اور کہا کہ ابوبکر سے کہدو کہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر کریں گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں پڑھیں۔ علانیہ نہ عبادت کریں نہ تلاوت ورنہ ہم کو خوف ہے کہ ہماری مستورات اور ہمارے نوجوان مبتلائے فساد ہو جائیں گے۔

---

[1] یہ مقام یمن کی طرف مکہ سے پانچ منزل ہے۔

[2] قبیلہ قارہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا اُس کی تیراندازی ضرب المثل تھی۔

Marfat.com

عرصہ تک حضرت ابوبکر نے اس کی پابندی کی آخرکار شوقِ دل نے مجبور کیا اور گھر کے باہر میدان میں ایک مسجد[1] بنا کر نماز و تلاوت میں مصروف رہنے لگے حضرت ابوبکرؓ بے حد رقیق القلب تھے تلاوت کلام مجید کے وقت زار زار روتے۔ یہ عالم دیکھ کر قریش کی عورتوں اور نوجوانوں کا ہجوم ہو جاتا، اور محوِ حیرت ہو کر پروانہ وار ایک دوسرے پر گرتے۔ اشرافِ قریش یہ حالت دیکھ کر گھبرا اُٹھے۔ اور ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ابوبکر شرائط امن پر قائم نہیں رہا ہے۔ باہر مسجد میں بالاعلان نماز و قرآن پڑھتے ہیں ہم کو اپنی عورتوں اور نوجوانوں کے گمراہ ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ اُن کو روکو ورنہ اپنی پناہ واپس لو۔ ہم تم سے بدعہدی نہیں کرنی چاہتے اسی کے ساتھ ابوبکر کو علانیہ نماز و قرآن پڑھنے کی اجازت کبھی نہیں دے سکتے۔ ابن الدغنہ نے آکر حضرت ابوبکر سے یہ ماجرا کہا تو انھوں نے جواب دیا۔

اَرُدُّ اِلَیْكَ جِوَارَكَ وَ اَرْضٰی بِجِوَارِ اللّٰہِ تمھاری پناہ تم کو مبارک میں اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہوں،

یہ واقعہ تیرہویں سال نبوت کا ہے۔

ہجرت نزولِ وحی کے بعد تیرہ برس تک حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا صبر و تحمل اور عزم و استقلال کی جو شان ان تیرہ برس میں ذاتِ اقدس سے عیاں ہوئی وہ قیامت تک نوعِ انسانی کے واسطے شمعِ ہدایت کا کام دیگی۔ خیال کرو ایک ذات۔ ظاہری اسباب حفاظت و مدافعت قطعاً معدوم۔ خالق کا پیام مخلوق کو پہونچانے کی گراں بار ذمہ داری دوش مبارک پر عرب سی سرکش جنگجو اور کینہ پرور قوم سے شرک و بت پرستی پشتوں کے اخلاقی جرائم اور بدکاریاں (جن کا سرچشمہ جہالت سفاکی وخودسری تھی) چھٹانے اور تصفیہ و تزکیہ کے بعد اُن کے دلوں کو نورِ عرفان اور پاکیزگی اخلاق سے معمور کر دینے کی خدمت سپرد اُس پر کفارِ عرب کی اُن اذیتوں اور تکلیفوں کا تحمل جن کا ایک شمہ اوپر بیان ہوا۔ پھر خدارا انصاف کرو کہ کیا یہ سب کچھ بدون صداقت اور حق کی قوت کے ہوا؟ اگر ہوا تو پھر دنیا میں حق یا صداقت کوئی قوت نہیں۔ جھوٹ اور دغا سے بھی

---

[1] یہ اسلام میں پہلی مسجد تھی۔

سب کچھ ہو سکتا ہے۔

* خلاصہ یہ کہ مبعوث ہونے کے بعد تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت خفیہ فرمائی اسی زمانہ میں اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ایمان لائے۔ اس کے بعد اعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ نے اعلان حق اس قوت و عزیمت کے ساتھ فرمایا کہ عرب کی پہاڑیاں اس کی صدا سے گونج اٹھیں اور آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی باوجود ہزاروں انقلابوں کے دنیا کے تمام براعظموں میں وہ صدا گونج رہی ہے اور کروڑوں نفوس انسانی کے دل اس کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ جب اہل مکہ کی طرف سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہو گئے تو آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جو میلے نواح مکہ میں ہوتے ان میں تشریف لیجا کر احکام الٰہی سناتے مدت تک یہ کچھ بھی فیض یاب نہ ہوئے۔ آخر ایک مرتبہ آپ مدینہ والوں کی جماعت میں تشریف لے گئے اس گروہ نے پہلی ہی مرتبہ کلام الٰہی شوق اور توجہ سے سنا۔ دو تین سال کے عرصے میں اہل مدینہ کے دل پوری طرح مسخر ہو گئے اور وہ بقعہ پاک اسلام کا دارالامن بن گیا، ہجرت سے چار مہینے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عام اجازت فرمائی کہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ جوق جوق صحابی دارالہجرۃ کو جانے لگے حضرت عمرؓ نے بھی اسی زمانہ میں ہجرت[1] کی۔ صدیق اکبر نے چند مرتبہ قصد کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہکر منع فرمایا کہ خود مجکو حکم ہجرت کا انتظار ہے۔ حضرت ابوبکر نے فراست ایمانی سے اپنی رفاقت کا احساس کر کے اہتمام کیا تھا دو طاقتور اونٹوں کی پرورش شروع کر دی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح شام حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لیجاتے۔ ایک روز خلاف عادت دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لے گئے۔ سر پر چادر لپٹی ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت ابوبکر اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکر

---

[1] ہجرت، رضاء الٰہی کے واسطے ترک وطن۔ اس زمانہ میں ہجرت فرض تھی۔

نے سُن کر کہا میرے باپ اور ماں اُن پر قربان ہوں یہ ناوقت کا آنا بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اسی عرصہ میں آپ دروازہ پر پہونچ گئے۔ اوّل اجازت طلب فرمائی۔ بعد اجازت اندر تشریف لے گئے اور تخلیہ کی فرمائش کی۔ حضرت صدیق نے کہا کہ کوئی غیر نہیں صرف میری ہی دو لڑکیاں ہیں یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ ابوبکر ہجرت کی اجازت آگئی۔ اُنھوں نے بے ساختہ کہا:۔

وَالصُّحَابَۃَ یَا رَسُوْلَ اللہِ — اور میری رفاقت یا رسول اللہ؟

ارشاد فرمایا رفاقت کی بھی اجازت ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر فرطِ مسرّت سے رونے لگے۔ حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اُس روز میں نے جانا کہ آدمی جوشِ خوشی میں بھی روتا ہے۔

اُسی وقت حضرت ابوبکر نے دونوں اونٹ پیش کر کے عرض کی کہ یہ اونٹ آج ہی کے واسطے تیار کئے ہیں، ایک سواری خاصہ کے واسطے پسند فرما لیجئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قیمتاً لے لیا۔ باقی جملہ انتظام بھی اُسی وقت کئے گئے اور شب کا وقت روانگی کے واسطے مقرر ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام جلیل القدر اصحاب ہجرت کر کے مدینے چلے گئے تھے صرف حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابوبکر باقی تھے۔ حضرت علی کو آپ نے اس غرض سے مکہ میں چھوڑا کہ جو امانتیں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں وہ واپس دے کر مدینہ چلے آئیں۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ باوجود تمام خصومت اور عداوت کے کفارِ مکہ اپنی عزیز اور قیمتی چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس امانت رکھتے تھے اور اس کا باعث وہ اطمینان تھا جو آپکی صداقت و امانت پر تھا۔

الغرض وقتِ معین پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی حضرت ابوبکر ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانہ ہو کر تین دن تک غارِ ثور میں قیام رہا جو مکہ کے نواح میں ہے۔ اسی رفاقت کا ذکر اس آیۂ پاک میں ہے:۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ — دو میں کا دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے۔

اور اسی غار میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی تسلی کے واسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جس کی عظمت و شان کے سامنے آجتک شاید سے شدید دشمن کا بھی سر خم ہے یعنی:۔

Marfat.com

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا — غمگین نہ ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

یہ وہ موقع ہے کہ حضرت آپ اور آپ کے رفیق غار کے اندر ہیں کفار مکہ حالت غیظ و غضب میں سرگرم تلاش ہیں۔ تلاش کرتے کرتے دفعتہً غار کے منہ پر آ کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے جو ان کے قدم اپنے سر کے اوپر دیکھے تو گھبرا گئے اور کہا۔

اُدْرِکْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ — اے اللہ کے رسول کافروں نے ہم کو آلیا

آپ نے غایت اطمینان کے ساتھ فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا — غمگین نہ ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

روحی فداک یا رسول اللہ۔ تین دن کے بعد اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کی قریب کی راہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ایک اونٹ پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر تھے، دوسرے پر عبداللہ بن ارقط راہبر اور حضرت ابوبکر کے غلام آزاد حضرت عامر بن فہیرہ۔ حضرت ابوبکر کا سن اُس وقت اُنچاس ۴۹ برس چھ مہینے کا تھا۔ ڈاڑھی اور سر کے بال بالکل سپید تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ترپن ۵۳ برس کا تھا مگر بال بالکل سیاہ تھے۔ قبول اسلام کے زمانہ میں جو چالیس ہزار کا سرمایہ حضرت ابوبکر کے پاس تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا تھا۔ ہجرت کے وقت وہ سب روپیہ اُنھوں نے ساتھ لے لیا۔ اہل و عیال کفار کے نرغے اور خدائے ذوالجلال کی پناہ پر چھوڑ دیے۔ ابو قحافہ نے جب اپنے بیٹے کی ہجرت کا حال سنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور اپنی پوتی حضرت اسماء سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا اور سنا ہے روپیہ بھی سب ساتھ لے گیا۔ اُنھوں نے یہ خیال کر کے کہ بوڑھے دادا کو زیادہ صدمہ نہ ہو کہا آبا یہ بات نہیں ہے وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ کا سن اُس وقت تراسی برس کا تھا بینائی سے معذور تھے۔ حضرت اسماء نے اُس الماری میں جس میں روپیہ رہتا تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا اُس الماری میں دیکھو۔ اُنھوں نے ہاتھ سے کپڑا ٹٹولا اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہے تو مضائقہ نہیں ہے۔ صدیق اکبر نے اپنے اہل و عیال کو کس بے کسی اور خطرہ کی حالت میں چھوڑا

Marfat.com

تھا اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ ہجرت کے بعد جب کفار اپنی ناکامی پر برافروختہ ہوئے تو ابوجہل معہ چند آدمیوں کے اُن کے گھر آیا اور حضرت اسمار سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے اُنھوں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں اِس پر طیش میں آکر اُس شقی نے ایک تھپڑ اُن کے مُنہ پر اِس زور سے مارا کہ کان سے آویزہ نکل کر دُور جا پڑا۔

۱۲ ربیع الاوّل کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مدینہ پہونچے دوپہر کا وقت تھا۔ اہلِ مدینہ نے چونکہ عام طور پر جمالِ مبارک نہیں دیکھا تھا اس لئے امتیاز نہ کرسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے ہیں ادب مانع سوال تھا جب چہرۂ اقدس پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر رضؓ نے اُٹھ کر چادر کا سایہ کیا اُس وقت پہچانا۔

مہاجرین کا گروہ مدینہ طیبہ میں محض بے خانماں تھا ٹھہرنے کا ٹھکانہ تو کسی کا بھی نہ تھا بہت سے بے سروساماں بھی تھے۔ جن کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی دم لینے اور جائے قیام کے محتاج تھے۔ اہلِ مدینہ نے جس حوصلہ اور محبت کے ساتھ اپنے مہانوں کا خیر مقدم کیا وہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے اِنھی خدمات کے صلے میں انصار کا برگزیدہ لقب پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچنے کے بعد اپنے اصحاب میں مواخاۃ کا سلسلہ قائم کیا۔ یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ یہ بھائی حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کے ہمدرد اور رفیق بن گئے۔ ایک انصاری[1] جب اپنے بھائی مُہاجر کو عقدِ مواخاۃ کے بعد گھر لے گئے تو اُن کو اپنے تمام مال و جائداد کا جائزہ دیا اور کہا اِسمیں سے نصف تمھارا ہے۔ میری دو بی بیاں ہیں ایک کو طلاق دیتا ہوں بعد عدّت تم اُس سے نکاح کرلینا اُنکے بھائی مہاجر نے کہا کہ تمھارا مال و جائداد اور بی بیاں تم کو مُبارک مجھ کو ضرورت نہیں حضرت ابوبکر کی مُواخاۃ حضرت خارجہ بن زید انصاری سے قائم فرمائی گئی تھی اس لئے حضرت ابوبکر رضؓ نے سُنح[2] میں قیام کیا۔

---

[1] انصار مدینہ کے باشندے۔ مہاجر جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہونچے تھے۔ [2] سُنح مدینہ کا ایک محلہ تھا۔

Marfat.com

ہجرت سے وفات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک

مدینہ پہونچکر سات مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر ایک موقع دس اشرفیوں سے خرید کر مسجد نبوی تعمیر کرائی۔ یہ اشرفیاں حضرت ابوبکر کے مال سے دی گئیں۔ جو صحابۂ کرام مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اُن کے واسطے مسجد کے گرد مکانات تجویز کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت ابوبکر کا مکان بھی مسجد کے متصل بنا جس کی ایک کھڑکی احاطۂ مسجد کے اندر تھی۔ بنار مسجد نبوی کے زمانے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آدمی بھیجکر اہل و عیال کو طلب فرمایا۔ اسی قافلہ میں حضرت ابوبکر کے اہل و عیال مدینہ پہونچے۔ حضرت صدیق کے بال بچے چندے بمقام سُنح رہے۔ جب مسجد کے پاس مکان تیار ہوگیا تو اُس میں آگئے۔ یہ مکانات کچی اینٹ کے تھے۔ ٹٹوں کو مٹی سے تھیں کر علیحدہ علیحدہ حجرے بنائے جاتے تھے۔ چھت کھجور کی لکڑی اور پتّوں سے پاٹی جاتی تھی اسقدر بلند ہوتی تھی کہ آدمی ہاتھ اُٹھاتا تو چھت سے جا لگتا۔

ہجرت سے آغاز خلافت صدیقی تک دس برس کا زمانہ سیرۃ نبوی کا زمانہ ہے۔ اگر اُس عہد کے کُل واقعات مفصّل لکھے جائیں تو ایک جزو اعظم سیرۃ رسالت کا بیان کرنا ہوگا جو اس رسالے کا موضوع نہیں۔ اگر بالکل چھوڑ دئے جائیں تو سیرۃ صدیقی کا ایک عظیم الشان حصّہ ترک ہوتا ہے۔ اس لئے میں بھی وہی مسلک اختیار کرتا ہوں جو علّامہ شبلی نے الفاروق میں اختیار کیا ہے یعنی واقعات کا مجمل بیان اور اُن کے ضمن میں حالات صدیقی کا خصوصیت سے اظہار۔

غزوۂ بدر

اوپر کے بیانات سے فی الجملہ اندازہ اُن مصائب اور تکالیف کا ہوتا ہے جو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے ہاتھ سے پہونچی تھیں۔ نیز اُس شانِ رضا و تسلیم کا جو ذات اقدس اور مسلمانوں کی جانب سے عیاں ہوئی۔ اُس زمانے میں کفار نے اپنی تمام کوشش اذیت اور تکلیف پہونچانے میں صرف کی تھی۔ مدینہ پہونچنے کے بعد اُنھوں نے نورِ اسلام کو آبِ شمشیر سے بجھانا چاہا۔ اس لئے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان و اسلام کا اظہار فرمایا اور قیام مدینہ میں غزوات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ تمام غزووں میں بدر کا غزوہ افضل و اشرف

ہے اور جو حضرات اس غزوے میں شریک تھے وہ تمام مسلمانوں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں۔ بدر ساحل سمندر کی جانب مدینہ سے سات منزل دور ایک کنواں تھا۔ ہر سال تین دن وہاں میلہ لگتا تھا، یہ غزوہ چونکہ اس موقعے پر ہوا لہٰذا بدر کے نام سے مشہور ہے۔ ۲ھ میں مشرکین مکہ نے ایک بڑی جمعیت فراہم کی جس میں قریش کے تمام سردار اور چیدہ آدمی شریک تھے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے واسطے مدینہ کا قصد کیا۔ آپ کو جب کفار کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی مسلمانوں کی فوج لے کر روانہ ہوئے اور بدر پہونچکر مقام فرمایا مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی اُن میں ستتر مہاجرین تھے اور دو سو چھتیس انصار۔ تمام لشکر میں صرف ستر اونٹ اور تین گھوڑے تھے جن پر باری باری سے مجاہدین سوار ہوتے تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت مرثد غنوی کی سواری میں ایک اونٹ تھا۔

کفار کی جمعیت ایک ہزار تھی جن میں سو سوار تھے۔ میدان بدر میں جب آپ نے لشکر اسلام کی صفیں ترتیب دیں اور مسلمانوں کی قلت بے سروسامانی اور کفار کی کثرت و شوکت دیکھی تو بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے اور غایت خضوع و خشوع سے دعا فرمائی:۔

اللّٰھم انجز لی ما وعدتنی اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض	اے اللہ تیرا جو وعدہ مجھ سے تھا وہ پورا فرمادے اے اللہ اگر تو اس گروہ اہل اسلام کو ہلاک کردے گا تو پھر سطح زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔

عالم یہ تھا کہ آپ دعا میں مصروف تھے اور صدیق اکبر ردائے مبارک کو آپ کے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر دعا درجہ اجابت کو پہونچی اور حضرت ابوبکر نے عرض کی:۔

کفاک یا نبی اللّٰہ بابی انت و امی فناشد ربک فانہ سینجز لک وعدک	اے اللہ کے نبی تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں، بارگاہ الٰہی میں آپکی مناجات کافی ہوئی جو آپ سے وعدہ تھا وہ عنقریب پورا فرمائیگا۔

اس پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا ختم فرمادی اور یہ کہتے ہوئے میدان میں تشریف لائے۔

سَیُھزَمُ الجمعُ ویولون الدُّبُر — جماعتِ کفار کو عنقریب شکست دیجائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگینگے۔

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے آیۂ پاک میں:۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ — یاد کرو اُس دن کو جبکہ تم فریاد کرنے لگے تھے اپنے رب سے پس اُسنے قبول فرمائی تمھاری دعا کہ میں تمکو مدد دونگا ہزار فرشتوں سے جو لگاتار آنیوالے ہونگے۔

صحابۂ کرام نے ایک چھوٹا سا سائبان حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے واسطے میدانِ جنگ کے کنارے پر بنا دیا تھا۔ اُس میں آپ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکرؓ شمشیرِ برہنہ لئے حفاظت پر کمربستہ معرکہ کارزار گرم ہوا اور آپ نے بذاتِ خاص کفار پر حملہ فرمایا تو سردار میمنہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور سردار میسرہ حضرت علی مرتضیٰ۔ صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمٰن اُس وقت تک کافر تھے اور لشکرِ مشرکین میں شامل۔ حضرت صدیقؓ نے اُن کو دیکھا تو طیش میں آکر للکارا اور کہا۔

اَیْنَ مَالِیْ یَا خَبِیْثُ — او پلید میرے حقوق کیا ہوئے

اُنھوں نے جواب دیا۔

لَمْ یَبْقَ غَیْرُ شِکَّةٍ وَیَعْبُوْبٍ وَصَارِمٍ — صرف دستہ و تیر و سمندِ تیز گام باقی ہے اور

یَقْتُلُ ضَلَالَ الشَّیْبِ — گمراہی پیری کی قاتل تلوار

اسلام لانے کے بعد ایک بار حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے کہا کہ غزوۂ بدر میں ایک موقع پر آپ میری زد پر آگئے تھے لیکن میں نے بچا دیا۔ یہ سن کر کہا کہ تو میری زد پر آجاتا تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح اور مشرکوں کو شکست نصیب ہوئی۔ صنادید کفار اس معرکہ میں قتل ہوئے، مثلاً ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔

غزوۂ اُحد ۱۵ رمضان ۳ سنہ ہجری بروز شنبہ

غزوہ بدر کے ایک سال بعد مشرکین مکہ ابوسفیان کے پاس جمع ہو کر گئے اور اپنے مقتولین اعزہ کے انتقام میں مدد چاہی۔ ابوسفیان نے مقتولین بدر کے انتقام کا اہتمام کیا۔ مالی مدد دی۔ قبائل میں نقیب بھیجے کہ جوش دلا کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے

Marfat.com

پر آمادہ کریں۔ الغرض تین ہزار پرجوش مشرکوں کا لشکر لے کر ابوسفیان روانہ ہوا۔ عورتیں بھی ساتھ تھیں تاکہ مردوں کو غیرت دلاکر بھاگنے سے روکے رہیں۔ مدینہ کے قریب اُحد نامی ایک پہاڑ ہے یہ غزوہ اُس پہاڑ پر ہوا تھا اس لئے غزوۂ اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملۂ کفار کی خبر سنکر مع ایک ہزار مسلمانوں کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں عبداللہ بن اُبی سرگروہ منافقین کی دراندازی سے لشکر اسلام میں تفرقہ پڑ گیا۔ ایک ثلث آدمی منافق مذکور کے ساتھ واپس چلے گئے۔ اور مسلمانوں کی جمعیت کم ہوکر سات سو رہ گئی۔ میدانِ اُحد میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی پشت پر جو راستہ تھا اُس پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا ایک دستہ متعین فرماکر ہدایت کی کہ بدون حکم اپنی جگہ سے کسی حالت میں جنبش نہ کریں۔ مقابلہ شروع ہوا مشرکین کی عورتیں صفوں کی پشت پر ڈھول بجابجاکر جوش انگیز اشعار گاتی جاتی تھیں۔ بڑے زور کا رن پڑا مسلمانوں کے حملہائے مردانہ نے لشکر کفار کی صفیں اُلٹ دیں اور جمعیت کفر میں تفرقہ ڈال دیا۔ تیراندازوں کے دستے نے دشمنوں کی ہزیمت دیکھی تو اپنی جگہ چھوڑ کر مشرکوں کے خیمے لوٹنے لگے۔ اس سے مسلمانوں کی فوج کا پیچھا کھل گیا۔ اسی عرصے میں کسی نے مشہور کردیا کہ رسول اللہ مقتول ہوگئے۔ کفار نے اس موقعے کو غنیمت خیال کرکے اپنی جمعیت پھر قائم کی اور دوبارہ بڑے زور کا حملہ کرکے مسلمانوں کے لشکر کے اندر گھس آئے۔ لشکر اسلام میں تفرقہ شدید پڑ گیا۔ کافروں کی ایک جماعت خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہونچی۔ ایک نے لبِ مبارک پر پتھر مارا جس کے صدمے سے ہونٹ شق ہوکر ایک دانت ٹوٹ گیا۔ دوسرے نے پیشانی اقدس پر تیسرے نے چہرۂ منور پر۔ ان متواتر زخموں کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر خون بکثرت بہنے لگا۔ آپ خون پونچھتے اور فرماتے۔

كيف يفلح قوم خضبوا وجه نبيهم — وہ قوم کس طرح فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین

وهو يدعوهم الى ربهم — کردیا حالانکہ وہ اُن کو اُن کے رب کی طرف بلاتا ہے۔

اسی حالت میں کفّار نے ریلا دیا اور آپ زخموں کے صدمے سے بیہوش ہوکر ایک غار میں گر گئے

جہیں مسلمان شہدا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب جمالِ مبارک نگاہ سے دور ہو گیا تو مسلمانوں کی پریشانی و آشفتگی کی انتہا نہ رہی۔ اور فرطِ اضطراب میں ہر طرف پھرنے لگے بالآخر سنبھلے اور اُس مقام پر آئے جہاں آپ تھے۔ محدثین مشہور حاکم کا قول ہے کہ سب سے اوّل اُس موقع پر پہونچکر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا حضرت علیؓ نے دستِ مبارک پکڑا اور حضرت طلحہؓ نے سہارا دیا اور آپ اُٹھکر کھڑے ہو گئے، خود کی جو کڑیاں پتھروں کے صدمے سے چہرۂ اقدس میں گھس گئی تھیں اُن کو حضرت ابو عبیدہ نے دانتوں سے پکڑ پکڑ کر نکالا جس کے صدمے سے خود اُن کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ مالک بن سنان نے چہرۂ مبارک سے خون صاف کیا۔ اُسوقت صحابۂ کرام نے بیتاب ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار کے حق میں بددعا کیجئے فرمایا کہ میں بددعا کے واسطے نہیں بھیجا گیا اور دعا فرمائی "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ سمجھتے نہیں"۔ اسی عرصے میں کفار کی ایک جماعت پھر آپ کی طرف بڑھی۔ حضرت زیاد بن سکن نے پانچ انصار کو ساتھ لے کر جوانمردی سے روکا اور مع رفقا اُسی موقع پر شہید ہو گئے۔ جب زیادہ زخموں سے چور ہو کر گرے تو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اُٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ آئے تو پائے مبارک پر اُن کا سر رکھ لیا اور اُس جاں نثار نے اس حالت میں جان دی کہ رخسارہ قدم مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو دجانہ سپر بن کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے تھے اور حضرت سعد ابن ابی وقاص آپکے پاس کھڑے ہوئے کفار پر تیر برسا رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس کوشش اور جانفشانی سے کفار کو مسلمانوں نے ذاتِ گرامی کے حملوں سے روکا۔ اسی وقفے میں باقی مسلمانوں نے سنبھلکر جمعیت پھر قائم کی اور کفار پر حملہ آور ہوئے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم درۂ کوہ کے اوپر تشریف لائے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت طلحہ و حضرت زبیر ہمراہ تھے۔ یہاں خالد بن ولید نے اپنے سواروں کی جمعیت سے آپ پر حملہ کرنا چاہا، آپ نے حضرت عمر کو حکم دیا اور اُنھوں نے کفار کو مار ہٹایا۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ آپ حیات ہیں اور مسلمان خدمت میں کمربستہ و مستعد تو اُنکے حوصلے پست ہو گئے، اور میدان

Marfat.com

چھوڑ کر بھاگے حضرت حمزہ عم رسول اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ آغاز معرکہ میں حضرت ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمن نے میدان میں آکر اپنے مقابلے کے واسطے حریف طلب کیا یہ دیکھکر حضرت ابوبکر خود اُن کے مقابلے پر آمادہ ہوئے تلوار میان سے نکالی اور آپ سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا۔

شم سیفک و امتعنا بک — تلوار میان میں کرو اور ہمکو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو۔

بعد ہزیمت کفار ستر سپاہی لشکر اسلام کے اُن کے تعاقب میں مامور ہوئے۔ منجملہ اُن کے حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔

غزوہ خندق شوال ۵ھ

بدر اور اُحد کی ناکامی و ہزیمت کے بعد کفار مکہ میں تو حملہ آوری کی ہمت نہ رہی تھی مگر اسی زمانہ میں ایک اور دشمن اسلام پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی یہود۔ مدینہ اور نواح مدینہ میں یہودی کثرت سے آباد و آسودہ تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کو اُنھوں نے اپنا بیخ کن خیال کر کے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہ لوگ خود تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ اہل مکہ کے پاس وفد بھیجکر پھر مخالفت پر آمادہ کیا۔ اہل مکہ سے مطمئن ہونے کے بعد وفد نے قبائل میں دورہ کر کے ہر جگہ جوش جنگ تازہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار نبرد آزما دشمنان اسلام پھر آمادہ ہو گئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مہم کی اطلاع ملی تو آپ نے حفاظت کے لئے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا اہتمام فرمایا خود بنفس نفیس خندق کھودنے میں شرکت فرماتے تھے مسلمانوں نے اس محنت و جانفشانی سے کام کیا کہ لشکر کفار کے مدینہ پہونچنے سے پہلے پہلے خندق کھُد کر تیار ہو گئی۔ مشرکین کی فوج دس ہزار تھی مسلمانوں کی تین ہزار۔ موسم نہایت سرد تھا۔ سامان رسد قلیل باوجود ان تمام مشکلات کے اہل ایمان نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور برابر ثابت قدم رہے۔ دشمنوں نے ایک مہینے تک محاصرہ رکھا اور متواتر حملے کئے لیکن ہر مرتبہ زک اُٹھائی۔ لشکر اسلام کا ایک دستہ حضرت صدیقؓ کے ماتحت خندق کے ایک حصے کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس موقع پر بعد کو مسجد بنا دی گئی جو مسجد

Marfat.com

صدیق کے نام سے مشہور اور شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ تک موجود تھی۔

حدیبیہ[1] ذیقعدہ ۶ھ

ذیقعدہ ۶ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرے کے واسطے مکہ کو روانہ ہوئے۔ احرام باندھے ہوئے تھے قربانی کے جانور ہمراہ تھے۔ آپ نے اس امر کا اعلان اچھی طرح فرمادیا تھا کہ مقصود صرف زیارت بیت اللہ ہے نہ مخالفت یا مخاصمت مہاجرین انصار اور قبائل کے چودہ سو آدمی ہم رکاب تھے۔ اثنار سفر میں یہ اطلاع ملی کہ قریش راستہ روکے ہوئے ہیں اور باہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ آپ کو مکہ میں نہ داخل ہونے دینگے۔ آپ نے یہ حال سن کر وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے ایک منزل طے فرماکر بمقام حدیبیہ قیام فرمایا۔ بعد قیام حسب عادت آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا بعد مشورہ حضرت ابو بکر کی رائے پسند فرمائی گئی۔ اس مقام پر قریشیوں کے متعدد ایلچی حاضر ہوئے اور آپ نے سب کو اطمینان دلایا کہ محض زیارت کعبہ کا ارادہ ہے کوئی نزاع یا مخالفت پیش نظر نہیں۔ ایلچی اہل مکہ کو آپ کی جانب سے مطمئن کرتے تھے، مگر قریشیوں کا شک کسی طرح رفع نہ ہوا۔ آخر عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے ایلچی ہو کر آیا۔ اور اُسنے اہل مکہ کا عزم و اہتمام جنگ نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر اُس وقت حاضر تھے عروہ کی لن ترانی سن کر ضبط نہ کر سکے اور کہا لات و عُزیٰ کے پوجنے والے مشرکوں کا یہ اہتمام ہے تو کیا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدد سے مُنھ موڑ لینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپنے فرمایا ابن ابی قحافہ۔ عروہ نے کہا کہ اگر ابو بکر کے احسان مجھ پر نہ ہوتے تو میں اس کا جواب دیتا لیکن میں اُن کے احسانوں کا خیال کر کے درگزر کرتا ہوں۔ جب اُدھر کے ایلچیوں کو کامیابی نہ ہوئی تو آپ نے خود اپنا ایلچی خاص سواری کے اونٹ پر بھیجا۔ اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ اونٹ کے پاؤں قلم کر دیے گئے۔ آپ نے اس کے بعد حضرت عثمان کو بھیجا۔ جب اُنھوں نے پیام رسالت ابو سفیان وغیرہ اعیان قریش سے بیان کیا تو جواب دیا کہ تم کو طواف بیت اللہ کی اجازت ہے۔

---

[1] حدیبیہ۔ مکہ سے ایک منزل فاصلہ پر چھوٹا سا گانو تھا۔

Marfat.com

حضرت عثمان نے کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ فرمائیں میں طواف نہیں کر سکتا طیش میں آکر قریش نے اُن کو نظر بند کر دیا۔ لشکرِ اسلام میں خبر پہونچی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے، یہ سُن کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے معاودت ممکن نہیں۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو جمع فرمایا اور اُن سے مقابلہ دشمن کی بیعت لی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے زیرِ سایہ کھڑے تھے۔ ایک ایک مسلمان آتا تھا، اور دستِ مُبارک پکڑ کر اقرار کرتا تھا کہ جب تک تن میں جان ہے دشمن کے مقابلے سے منھ نہ موڑونگا[۱]
یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعۃ الرضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی کی نسبت کلام مجید میں ارشاد ہے:-

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ — یہ بات تحقیق ہے کہ اللہ مومنوں سے خوش ہوا جس وقت
یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ — کہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

چونکہ حضرت عثمان غیر حاضر تھے اس لئے آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لے کر اُن کی جانب سے بیعت کی۔ بعد بیعت معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی۔ اُدھر مسلمانوں کے یہ عزم دیکھ کر قریشیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور سُہیل نامی قاصد کے زبانی یہ پیام بھیجا کہ اس سال مسلمان واپس جائیں آیندہ سال داخلۂ مکہ اور زیارت بیت اللہ کی اجازت دی جائیگی، اب اگر مسلمان داخلِ مکہ ہوئے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ عرب خیال کرینگے کہ قریش مسلمانوں سے دب گئے، طویل مباحثے کے بعد شرائطِ صلح طے ہوئیں اور معاہدہ قلم بند ہونے لگا۔ شرائطِ صلح سے بظاہر کفار کی کامیابی ثابت ہوتی تھی حضرت عمر کو اس سے اضطراب ہوا اور وہ جھپٹ کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور فاروقی لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکر نے سُن کر جواب دیا:-

اَلْزَمْ غَرْزَہٗ — آپ کی رکاب تھامے رہو

---

[۱] الفاظ بیعت میں اختلاف روایات ہے بعض نے موت لکھا ہے بعض نے عدم فرار۔

اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو فاروق اعظم نے اپنا خیال خود حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ میں وحیِ ربانی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ الغرض حضرت علی نے معاہدہ تحریر فرمایا۔ بعد تکمیل مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ صحابۂ کرام کے دستخط ہوئے۔ بعد معاہدہ آپ نے اُسی مقام پر ارکان عمرہ ادا فرما کر مدینہ کو مراجعت کی۔ راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام زہری کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی فتح واقعہ حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہوئی تھی۔ اب تک مسلمان اور کافر جہاں ملتے تھے لڑنے کے واسطے اب صلح کی وجہ سے آشتی کے ساتھ ملنے لگے۔ اور کافروں کو احکام اسلام باطمینان سننے کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ذرا بھی دانشمند تھے مسلمان ہو گئے، اور صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے جس قدر اُس سے پہلے ۱۹ برس کے زمانے میں ہوئے تھے بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ ابن ہشام کا مقولہ ہے کہ امام زہری کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس کے دو سال ہی کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تھے۔

خیبر[۵۱] محرم سنہ ۷ھ حدیبیہ سے مراجعت فرمانے کے بعد حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے سے زائد مدینہ میں قیام فرمایا اور آخر محرم میں یہودیوں کا فتنہ فرو کرنے کے ارادہ سے خیبر کو تشریف لے گئے۔ خیبر بہت سے قلعوں کا مجموعہ اور یہودیوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر لڑے اور مختلف قلعوں پر معرکے رہے۔ لشکرِ اسلام کا بڑا سفید نشان حضرت شیرِ خدا کے سپرد تھا۔ ایک قلعہ پر حضرت ابوبکر امیرِ لشکر مقرر ہو کر گئے۔ مگر فتح نہ ہوا دوسرے روز حضرت عمرؓ نے حملہ کیا وہ بھی کامیاب نہ ہوئے۔ تیسرے روز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں ایسے شخص کو امیرِ لشکر

---

[۵۱] خیبر۔ مدینہ سے آٹھ منزل شام کی جانب ہے۔

Marfat.com

بناکر نشان دونگا جو خدا اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہو اور جو بھاگنے والا نہیں اُس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کو نشان ملا اور حملۂ حیدری سے قلعہ سر ہوگیا۔ خیبر صفر سنہ ۷ھ میں فتح ہوا۔

فتح مکہ رمضان سنہ ۸ھ جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا کفار قریش نے جلد توڑ ڈالا۔ قبیلۂ خزاعہ پر جو مسلمانوں کا حلیف (ہم پیمان) تھا قبیلۂ بنو بکر نے حملہ کیا یہ قبیلۂ قریش کا حلیف تھا۔ خلاف شرائط معاہدہ قریش نے اپنے میل والوں کو مدد دی، انتہا یہ کہ قبیلۂ خزاعہ کو جوار کعبہ میں بھی پناہ نہ ملی اور حرم کے اندر قتل کئے گئے۔ آخر انھوں نے اپنا قاصد فریاد لے کر بارگاہ رسالت میں بھیجا جسوقت ابن سالم اُن کا ایلچی حاضر خدمت ہوا حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابۂ کرام مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ ابن سالم نے ایک دردناک نظم پڑھی جس میں مدد کی التجا تھی۔ اور قبیلۂ خزاعہ کی مصیبت کی تشریح آپ نے سُن کر فرمایا کہ تم کو مدد ملے گی۔ اسی عرصے میں وہ ابو سفیان تجدید؟ مدد کے واسطے حاضر ہوا۔ دسویں رمضان المبارک کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معہ دس ہزار لشکر کے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ آپکے عم بزرگوار حضرت عباس نے اسکا اندازہ کر لیا تھا کہ اگر کفار نے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا تو کیا مصیبت نازل ہوگی۔ اس لئے آگے بڑھ کر قریش کی اطاعت کا پیام آپ کی خدمت میں پیش کیا جو منظور ہوا۔ اور سب کی جاں بخشی کا اعلان فرمادیا گیا چند مشرک جو اسلام کے شدید دشمن تھے اماں سے محروم رہے۔ اُن کا نام لے کر فرمادیا گیا کہ اگر کعبے کے پردوں میں بھی لپٹے ہوئے ملیں تو قتل کر دیئے جائیں۔ اس موقعہ پر خیال کرنا چاہئے کہ یہ وہ اہل مکہ تھے جنھوں نے تیرہ برس تک انتہائی سفاکی اور ظلم کے ساتھ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اذیتیں پہونچائی تھیں۔ وطن سے بے وطن کیا۔ مدینہ میں بھی برسوں چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آج جب دس ہزار جاں نثار ہم رکاب ہیں۔ مکہ کے فتح ہونے اور کفار کو سزائے کردار ملنے کا وقت آتا ہے تو رحمت کا ظہور ہوتا ہے اور بے دریغ دولت امن و اماں لٹائی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں محفوظ۔ جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لیں اُن کا خون معاف، ذرا

Marfat.com

سوچو ابو سفیان کس کا نام تھا۔ جن لوگوں کی نسبت یہ عتاب تھا کہ خانہ کعبہ کے پردے بھی اُن کو امان و پناہ نہ دیں اُن کی بھی سفارشیں ہوئی ہیں اور خطا معاف ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ عظیم کے تھا ساتھ یہ بھی دیکھو کہ یورپ کے منصف مزاج مصنف نبی کریم (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کی تصویر ایک ایسے خونخوار شخص کی شکل میں پیش کرتے ہیں جو جوش انتقام میں بیخود ہو۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر اپنے والد ابو قحافہ کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ اُن کو تلقین اسلام فرمائیں۔ آپ نے دیکھکر فرمایا کہ ابوبکر تم نے شیخ (بڑے میاں) کو مکان پر رہنے دیا ہوتا میں خود اُن کے پاس چلتا۔ عرض کی یا رسول اللہ انہی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے تھا۔ آپ نے ابو قحافہ کو سامنے بٹھایا اور سینہ پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "اسلم" اسلام لے آؤ۔ ابو قحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔

حُنین[۱] فتح مکہ نے قریش کی مخالفت کا تو خاتمہ کر دیا اور وہ ہمیشہ کے واسطے اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ لیکن نواح مکہ میں ہنوز جوش مخاصمت برپا تھا۔ قبیلۂ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا۔ ہوازن کے حلیف ثقیف وغیرہ قبائل بھی فراہم ہوئے اور سب نے مل کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کا عہد کیا۔ دُرید نے (جو ایک اہل الرائے سن رسیدہ شخص تھا) مالک کو بہت سمجھایا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے مگر مطلق اثر نہ ہوا۔ جب آپکو ان قبائل کے ارادہ کی خبر ہوئی تو آپنے حضرت عبداللہ اسلمی کو دریافت حال کے واسطے بھیجا اُنھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ قبائل ہوازن وغیرہ پوری طرح آمادہ پیکار ہیں۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے کوچ کا حکم دیا۔ علاوہ اُن دس ہزار آدمیوں کے جو مدینہ سے آئے تھے دو ہزار اہل مکہ بھی ساتھ ہوئے۔ اس طرح بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت رکاب سعادت میں تھی وادی حُنین میں مقابلہ ہوا۔ قبائل کے لشکر مخالف کے عزم وثبات کا یہ عالم تھا کہ ایک دیوا

---

[۱] حُنین۔ ایک وادی مکہ سے تین میل ہے۔

۱۸۵۳۵۳
Marfat.com

آہنیں معلوم ہوتا تھا۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا مسلمانوں کے قدم اوّل ہی حملے میں اُکھڑ گئے۔ حضرت سرور عالم نے اہلِ اسلام کی جمعیت قائم کرنے کی کوشش فرمائی لیکن تفرقہ نہ مٹ سکا۔ اُس وقت آپکی خدمت میں صرف چند مہاجرین و انصار حاضر تھے باقی تمام لشکر متفرق ہوگیا تھا۔ منجملہ حاضرین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ تھے۔ اہلبیت میں سے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس حضرت اسامہ بن زید اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی حضرت ام ایمن کے بیٹے حضرت ایمن (جو اُسی روز شہید ہوئے) حاضر تھے۔ حضرت عباس آپ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے، وہ نہایت جسیم اور بلند آواز تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ باآواز بلند پکارو "یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرۃ" اس ندا کے سامنے سارے تفرقہ اور ابتری نے سپر ڈال دی۔ ادھر عم رسول نے باواز بلند پکارا "یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرۃ" اُدھر "لبیک لبیک" کی صدا سے جنگل گونج اُٹھا۔ گلہ نے اپنے راعی کی آواز پہچان لی۔ اب بیتابی کا یہ عالم ہے کہ اونٹ قابو میں نہ آئے تو بے آہنی زرہیں اُتار اُتار کر اُن کی گردنوں پر ڈال دیں ہلکے ہو ہو کر کودے۔ اور شمشیر بکف پروانہ وار شمع رسالت (روحی فداہ) کے گرد جمع ہوگئے۔ جس وقت سو آدمی فراہم ہوگئے ہلہ کا حکم دیا گیا۔ اُن کی جانبازی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اب معرکہ کارزار میں گرمی آئی حضرت شیر خدا اور ایک انصاری نے ملکر دشمن کے نشان بردار پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے وہ گرا تو انصاری نے ایک ہاتھ میں سوار کا کام تمام کر دیا۔ اسی عرصے میں مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہوگئی اور میدان اعدا سے جیت لیا۔ جب لشکر کا آخری حصہ لوٹ کر میدان میں آیا تو اُسنے دیکھا کہ قیدی مشکیں کسے میدان میں پڑے تھے۔

تبوک[۵۱] رجب ۹ھ | اسلام کی آب تاب اب دُور دُور تک نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی اور کفر کے حلقوں

---

۵۱ تبوک، شام کا سرحدی شہر مدینے سے تقریباً ڈیڑھ سو میل ہے۔

میں تہلکہ بڑھتا گیا۔ پرخاش اور مخالفت کا دائرہ عرب اور یہود سے گزر کر روم تک جا پہونچا۔ اسی سلسلے میں فتح مکہ سے پہلے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی۔ جو سیرت میں غزوۂ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی معرکے میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے۔ (رضی اللہ عنہما)۔

اب مدینہ خبر پہونچی کہ خود ہرقل روم باتفاق نصارائے عرب حملہ پر آمادہ ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شر کے دفع کرنے کی تیاریاں شروع فرمائیں۔ یہ مُہم ایک بڑی سلطنت کے مقابلے پر تھی اور منزل دور و دراز عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام جیش العسرۃ (مصیبت کا لشکر) ہے۔ غضب پر طرہ یہ کہ موسم کھجوروں کے پختہ ہونے کا تھا اس موسم میں اہل مدینہ باہر نہیں جاتے تھے۔ باغوں میں درختوں کے نیچے کھجوریں جمع کرتے احباب کے ساتھ مِلکر کھاتے کھلاتے۔ ان اسباب سے منافقین نے خوب نفع اُٹھایا اور دل کھول کر مسلمانوں میں تفرقہ اور مُہم میں خلل ڈالا۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان دولت مندوں کو تیاری لشکر میں مدد دینے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت عمر نے خود بیان کیا ہے کہ جسوقت لشکر تبوک کے انفاق (چندہ) کا ارشاد ہوا اُسوقت میں خوب مالدار تھا۔ میں نے دلمیں کہا کہ اگر ابوبکر سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو وہ یہی موقع ہے۔ گھر گیا اور بہت سا مال لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا فرمایا عمر بال بچوں کے واسطے کیا چھوڑا۔ جواب دیا اسی قدر۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنا انفاق (چندہ) پیش کیا۔ استفسار ہوا ابوبکر بال بچوں کے لئے کیا رکھا۔ عرض کی:۔

اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ — اُن کے واسطے اللہ اور اُس کا رسول رکھ لیا ہے

(یعنی مال ظاہری کچھ نہیں چھوڑا) یہ سُن کر حضرت عمر نے کہا کہ میں ابوبکر سے کبھی بازی نہیں لے جاسکتا۔ لشکر تبوک کے جائزہ اور امامت کا منصب اور بڑا نشان حضرت ابوبکر کے سپرد تھا فوج کی تعداد تیس ہزار تھی۔ تبوک پہونچکر معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی دوسرا

حاکم ایلیا[1] نے حاضر ہو کر صلح کی درخواست کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانِ صلح عطا فرمایا اور مع الخیر مدینہ کو معاودت فرمائی۔

حج ۹ھ

ذی حجہ ۹ھ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ حج مکہ کو روانہ فرمایا حضرت ابوبکر امیرِ حج مقرر ہوئے۔ اسلام میں یہ پہلے امیرِ حج ہیں۔ بیس جانور قربانی کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور پانچ خود اُن کے ہمراہ تھے۔ تین سو آدمیوں کا قافلہ تھا اس سال مومن و مشرک دونوں نے حج ادا کیا اس کے بعد مشرکوں کے واسطے داخلہ حرم ممنوع ہوگیا۔ اسی حج کے زمانے میں سورہ برأت کی تبلیغ حضرت علی مرتضیٰ نے باوازِ بلند متواتر من جانب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی:۔

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

۱۰ھ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا چونکہ یہ حج آپکا آخر حج تھا اور خطبے میں آپنے اعلان فرمادیا تھا اس لئے اس کا لقب حجۃ الوداع ہے۔ معاودت فرمانے کے بعد مزاجِ اقدس ناساز ہوا۔ آخر صفر یا شروع ربیع الاول میں علالت وفات کی ابتدا ہوئی۔ ایک روز نصف شب کے وقت آپ گورستانِ بقیع کو (جہاں آپکے رفقا دفن ہیں) تشریف لے گئے۔ ابو مویہبہ آپکے غلام سے روایت ہو کہ اُس شب کو مجھ کو یاد فرما کر ارشاد کیا کہ اہلِ بقیع کے واسطے دعائے مغفرت کرنے کا حکم مجھ کو ہوا ہی تم ہمراہ چلو۔ چنانچہ میں ساتھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے وسط میں قیام فرما کر کہا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْمَقَابِرِ لِیَھْنِئْکُمْ مَا اَصْبَحْتُمْ فِیْہِ مِمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ فِیْہِ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یَتْبَعُ اٰخِرُھَا اَوَّلَھَا اَلْاٰخِرَۃُ	اے بقیع کے قبروں میں سونے والو! تم جس حال میں ہو وہ بہت اچھا ہی اُس حال سے جس میں زندہ انسان ہیں، تاریک رات کے حصوں کی طرح فتنے چلے

۱؎ ایلیا شہر بیت المقدس

شَتَّىٰ مِنَ الْاُوْلیٰ — آنے والے ہیں پچھلا فتنہ اگلے کو نگلے لیتا ہے اور اگلے سے پچھلا بدتر ہے۔

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا "اے ابو موہیبہ میرے سامنے دنیا کا ابدی قیام اُس کے خزانوں کی کنجیاں اور جنّت پیش کی گئی۔ میں نے اپنے رب کے دیدار اور جنّت کو انتخاب کرلیا" میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ دُنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور یہاں کا ابدی قیام پسند فرمالیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں میں لقاء ربّانی اور جنّت پسند کرچکا، یہ فرماکر اہلِ بقیع کی مغفرت کی دعا کی اور دولت خانہ کو واپس تشریف لے آئے۔ حجرے میں پہونچے تو حضرت عائشہ کے سر میں درد تھا آپ نے فرمایا میرے سر میں بھی درد ہے۔ یہ ہی آغازِ مرض تھا۔ جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ دورانِ مرض میں بھی حسب معمول آپ باری باری سے ازواجِ مطہرات کے یہاں قیام فرماتے رہے۔ جب مرض کی زیادہ شدّت ہوئی تو سب بی بیوں کو جمع فرماکر ایام مرض میں حضرت عائشہ کے یہاں قیام کی اجازت حاصل کی۔ بعد اجازت حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس کے شانوں پر دست مبارک رکھ کر حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے۔ سر بندھا ہوا تھا اور پاؤں فرطِ ضعف سے زمین پر کھینچتے جاتے تھے۔ زمانۂ علالت میں ایک روز مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھ کر اوّل شہدائے اُحد کے واسطے دعائے مغفرت کی اس کے بعد فرمایا:۔

اِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ خَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ

یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دُنیا اور قربِ الٰہی میں سے جسے چاہے پسند کرلے اُس نے اللہ کے قرب کو پسند کرلیا۔

حضرت ابوبکر فراستِ ایمانی سے اس قول کی تہ کو پہونچ گئے۔ رونے لگے اور کہا:۔

بَلْ نَفْدِیْکَ بِاَنْفُسِنَا وَاٰبَائِنَا

نہیں بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے قربان کردینگے۔

آپ نے سن کر ارشاد فرمایا:۔

Marfat.com

عَلٰی رِسٰلٰتِکَ یَا اَبَا بَکْرٍ۔ **ابوبکر سنبھلو**

پھر ارشاد فرمایا کہ جس قدر مکانوں کے دروازے صحن مسجد میں ہیں وہ سب بند کر دیئے جائیں مگر ابوبکر کے گھر کا دروازہ بدستور رہے۔ یہ کہہ کر فرمایا:۔

فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا کَانَ اَفْضَلَ فِی الصُّحْبَةِ عِنْدِیْ یَدًا مِّنْہُ فَاِنِّیْ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنْ صُحْبَةٌ وَّاِخَاءُ اِیْمَانٍ حَتّٰی یَجْمَعَ اللّٰہُ بَیْنَنَا عِنْدَہٗ:۔

میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبار احسانات کے ابوبکر سے افضل ہو۔ پس اگر میں کسی کو قلبی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا مگر یہ صرف رفاقت اور اخوۃ ایمانی ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے پاس جمع کرے۔

اس کے بعد مہاجرین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق کا لحاظ رکھیں۔ جب مرض کو اور زیادہ شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ نماز کی امامت کریں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا کہ:

رَجُلٌ رَقِیْقٌ ضَعِیْفُ الصَّوْتِ کَثِیْرُ الْبُکَاءِ اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ۔

وہ ایک نرم دل کمزور آواز کے آدمی ہیں جب قرآن پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اٹھا سکیں گے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھڑک کر دوبارہ حکم فرمایا۔ چنانچہ پنجشنبہ کی عشا کی وقت سے حضرت صدیق نے امامت شروع کی اور اس طرح سترہ نمازیں حیات مبارک میں پڑھائیں۔ دوشنبہ کو نماز صبح کے وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ اٹھا کر باہر تشریف لائے۔ دردسر کی شدت کی وجہ سے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھکر چہرہ مبارک فرط مسرت سے دمکنے لگا۔ آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے راستہ دے دیا حضرت ابوبکر سمجھ گئے کہ آں حضرت تشریف لاتے ہیں۔ پیچھے ہٹنے لگے، آپ نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا صَلِّ بِالنَّاسِ (نماز پڑھاؤ) خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے بعد نماز باواز بلند (جو مسجد کے باہر تک جاتی تھی) وعظ ارشاد فرمایا۔ اسمیں یہ جملے بھی تھے:۔

Marfat.com

اَیُّھَا النَّاسُ سُعِّرَتِ النَّارُ وَاَقْبَلَتِ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا تُمْسِکُوْنَ عَلَیَّ بِشَیْءٍ لَمْ اُحِلَّ اِلَّا مَا اَحَلَّ الْقُرْاٰنُ وَلَمْ اُحَرِّمْ اِلَّا مَا حَرَّمَ الْقُرْاٰنُ	اے لوگو آگ روشن کی گئی اور فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح چلے آتے ہیں۔ اور قسم ہے رب کی میرے ذمہ تمہارا کچھ مطالبہ نہیں ہے، میں نے وہی حلال بتایا جس کو قرآن نے حلال کیا اور وہی حرام بتایا جس کو قرآن نے حرام کیا۔

جب کلام مبارک ختم ہو لیا تو حضرت ابوبکر نے عرض کی اے اللہ کے نبی آج تو خدا کے فضل و کرم سے آپ ایسے اچھے ہیں جیسا ہم سب کا دل چاہتا تھا۔ آج بنت خارجہ[۱] کے یہاں جانے کی باری ہے اجازت ہو تو وہاں جاؤں۔ آپ نے اجازت فرمائی۔ پھر آپ دولت خانہ میں تشریف لے آئے۔ صدیق اکبر سُنح کو چلے گئے۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصے تک مزاج مبارک درست رہا چنانچہ جب حضرت علی مرتضیٰ آپکے پاس سے باہر آئے اور لوگوں نے خیریت دریافت کی تو جواب دیا:۔

اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا	آج صبح سے خدا کا شکر ہے صحت ہے۔

مسجد سے واپس تشریف لانے پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی آغوش میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ اسی اثنار میں آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہاتھ میں مسواک دیکھی اور اس کو بہ نظر رغبت ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عائشہ نے منشار مبارک سمجھ کر مسواک ہاتھ سے لی۔ پہلے خود چبا کر نرم کی پھر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو پیش کیا، آپنے مسواک لے کر پوری قوت کے ساتھ دندان مبارک پر پھیری اور پھیرنے کے بعد رکھ دی، بعد مسواک جب آپکے بدن کا بوجھ زیادہ محسوس ہونے لگا تو حضرت عائشہ نے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا۔ پتلیاں چڑھ گئی تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی	اے اللہ مقام رفیق اعلیٰ میں پہونچا۔

---

[۱] حضرت ابوبکر کی بی بی تھیں جو سُنح میں رہتی تھیں۔

Marfat.com

تین بار یہ کلمات ادا فرما کر بتاریخ ۱۲ ربیع الاول سلہ روز دوشنبہ وقت چاشت رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ صدیق اکبر نے اس سانحۂ ہوشربا کی خبر سنی اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور مسجد کے دروازے پر پہونچکر گھوڑے سے اترے۔ حضرت عمر مسجد میں مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے کسی جانب التفات نہیں کیا اور سیدھے حجرہ مبارک میں پہونچے۔ چہرہ انور سے بردیمانی ہٹاکر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا:۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا اَمَّا الْمَوْتَۃ	آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کی حیات اور وفات
اَلَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکَ فَقَدْ ذُقْتَھَا ثُمَّ لَنْ	دونوں پاک ہیں۔ جو موت آپکے حق میں اللہ نے لکھ دی تھی اس
یُّصِیْبَکَ بَعْدَھَا مَوْتَۃٌ اَبَدًا:۔	کا ذائقہ آپنے چکھ لیا اب اسکے بعد آپ کبھی وفات نہ پائینگے۔

یہ کہہ کر چادر اطہر ڈھک دی اور باہر آئے۔ اس وقت حضرت فاروق مجمع سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے "منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی واللہ وفات نہیں پائی ہو بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب ہو کر واپس آ گئے تھے حالانکہ اُن کی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پاگئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت کرینگے اور اُن لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جو کہتے ہیں کہ آپ نے رحلت فرمائی"۔

حضرت ابوبکر نے یہ کلام سنا تو کہا اے عمر سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ نہ ہوئے تو حضرت صدیق اکبر نے خود سلسلہ گفتگو شروع کر دیا۔ حاضرین حضرت عمر کو چھوڑ کر ادہر متوجہ ہو گئے۔ صدیق اکبر نے پہلے حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد کہا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ	اے لوگو جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھ لے کہ) محمد نے وفات پائی
مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ	اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا تو (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ
حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ	ہی کبھی نہیں مریگا (خدا کا ارشاد ہے) اور نہیں ہیں محمد مگر ایک
مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَا	رسول اُن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر مرجائینگے یا قتل
بِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا	کر دیئے جائینگے تو تم برگشتہ ہو جاؤگے اور جو شخص برگشتہ ہو جائیگا وہ خدا

Marfat.com

وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ ۔ کو کچھ نقصان نہیں پہونچائیگا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دیگا،

اس آیۃ پاک کو سن کر لوگ چونک پڑے اور گویا ان کو یاد آگیا کہ یہ آیۃ بھی نازل ہوئی ہے بہ روایت حضرت ابوہریرہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اس آیۃ کو سنکر میرے پاؤں ٹوٹ گئے۔ کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی میں زمین پر گر گیا۔ اور مجھکو یقین ہوگیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی

باب دوم

خلافت

سقیفہ بنی ساعدہ اسی حالت میں کہ مہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ انصا سقیفۂ بنی ساعدہ میں فراہم ہوکر خلافت کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں، اگر تم کو امت کے بچانے کی ضرورت ہے تو بچالو۔ قبل اس کے کہ کام ہاتھ سے نکل جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہم کو اپنے بھائیوں انصار کے پاس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ دونوں صاحب روانہ ہوئے راستہ میں حضرت ابوعبیدہ بھی شامل ہوگئے۔ آگے بڑھے تو دو انصاری ملے اور پوچھا کہاں جاتے ہو فاروق اعظم نے جواب دیا انصار کے جلسے میں، انصاریوں نے کہا وہاں نہ جائیے مہاجرین کو اپنا معاملہ خود طے کرلینا چاہیئے۔ حضرت عمر نے قسم کھاکر کہا ہم ضرور جائینگے۔ اس موقع پر یہ بیان کردینا مناسب ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں کیا ہورہا تھا۔ جب انصار سقیفے میں جمع ہولئے تو سب سے اول حضرت سعد

ف ایام خلافت میں ایکمرتبہ فاروق اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن جو میرا کلام تھا اس کا منشا یہ آیۃ تھی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا میں اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت میں آخر وقت تک قیام فرماکر اس کے اعمال کی شہادت ادا فرمائینگے۔

بن عبادہ نے خطبہ دیا۔ پہلے حمد وثنار آلہی بیان کی پھر کہا:۔

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَکُمْ سَابِقَۃٌ فِی الدِّیْنِ وَفَضِیْلَۃٌ فِی الْاِسْلَامِ لَیْسَتْ بِقَبِیْلَۃٍ مِنَ الْعَرَبِ اَنَّ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ لَبِثَ بِضْعَ عَشَرَۃَ سَنَۃٍ فِیْ قَوْمِہٖ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی عِبَادَۃِ الرَّحْمٰنِ وَخَلْعِ الْاَنْدَادِ وَالْاَوْثَانِ فَمَا اٰمَنَ بِہٖ مِنْ قَوْمِہٖ اِلَّا رِجَالٌ قَلِیْلٌ وَکَانَ مَا کَانُوْا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یَمْنَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا اَنْ یُعِزُّوْا دِیْنَہٗ وَلَا اَنْ یَدْفَعُوْا عَنْ اَنْفُسِھِمْ ضَیْمًا عَمُّوْا بِہٖ حَتّٰی اِذَا اَرَادَ بِکُمُ الْفَضِیْلَۃَ سَاقَ اِلَیْکُمُ الْکَرَامَۃَ وَخَصَّکُمْ بِالنِّعْمَۃِ فَرَزَقَکُمُ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ بِہٖ وَبِرَسُوْلِہٖ وَالْمَنْعَ لَہٗ وَلِاَصْحَابِہٖ وَالْاِعْزَازَ لَہٗ وَلِدِیْنِہٖ وَالْجِھَادَ لِاَعْدَائِہٖ فَکُنْتُمْ اَشَدَّ النَّاسِ عَلٰی عَدُوِّہٖ مِنْکُمْ وَاَثْقَلَہٗ عَلٰی عَدُوِّہٖ مِنْ غَیْرِکُمْ حَتّٰی اسْتَقَامَتِ الْعَرَبُ لِاَمْرِ اللّٰہِ طَوْعًا وَکَرْھًا وَاَعْطَی الْبَعِیْدُ الْمَقَادَۃَ صَاغِرًا دَاخِرًا حَتّٰی اَثْخَنَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُوْلِہٖ بِکُمُ الْاَرْضَ وَدَانَتْ بِاَسْیَافِکُمْ لَہُ الْعَرَبُ وَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ وَھُوَ عَنْکُمْ رَاضٍ وَبِکُمْ قَرِیْرُ عَیْنٍ اِسْتَبِدُّوْا بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَاِنَّہٗ لَکُمْ دُوْنَ النَّاسِ:۔

اے گروہ انصار تم کو دین میں وہ سبقت اور اسلام میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ اوپر دس برس تک اُس کو خدا کی عبادت اور بت پرستی کے ترک کی جانب بلاتے رہے۔ مگر باستثنار قلیل ان کی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ جو ایمان لائے اُنھیں اتنی قوت نہ تھی کہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے دین کا اعزاز بڑھاتے اور اپنے آپ سے ظلم اعداء کو دفع کرتے جس میں سب مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ جب اللہ کو منظور ہوا کہ تم کو عزت دے تو اُسنے تم کو شرف بخشا فضیلت کیساتھ مخصوص فرمایا اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم رسول اللہ اور اُنکے اصحاب کی حفاظت کرو اُن کا اور اُنکے دین کا اعزاز بڑھاؤ اور اُن کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ اس کے بعد تم اُن کے دشمنوں پر (خواہ وہ تم میں سے تھے یا تمھارے غیر) سب زیادہ سخت اور بھاری ہو گئے یہاں تک کہ تمام عرب کے سر حکم آلہی کے سامنے طوعاً وکرہاً جھک گئے، اور تمھارے تلواروں نے عرب کو فرماں بردار بنا دیا۔ اور تمھارے ذریعے سے خداوند تعالیٰ نے سرزمین عرب کو مطیع۔ خداوند تعالیٰ نے اُن کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو) وفات دی اور وہ تم سے راضی وخوش تھے (خلافت کی نسبت) پورا اصرار کرو وہ تمھارا حق ہے نہ کہ اوروں کا۔

Marfat.com

اس خطبے کے ختم ہونے پر تمام مجمع نے تحسین کی اور کہا ہم تمہاری رائے پر عمل کرینگے۔ تم ہم میں سے سربر آوردہ ہو اور صلحائے مومنین کے محبوب۔ اس کے بعد باہم بحث و گفتگو ہوتی رہی، دوران بحث میں کسی نے کہا کہ اگر مہاجرین نے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا کہ ہم مہاجرین اور اولین صحابہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رفیق پھر تم کس طرح ہمارے مقابلہ پر دعویٰ کرتے ہو تو ہمارا جواب کیا ہوگا اس پر کسی نے کہا کہ ہم یہ جواب دینگے:-

اِذًا مِنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ — اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے

اس کے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہونگے۔ یہ سن کر حضرت سعد نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔ یہ مکالمہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابو عبیدہ وہاں پہونچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیٹا ہے حضرت عمر نے پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا سعد بن عبادہ۔

اس طرح کیوں لیٹے ہیں؟

"وہ بیمار ہیں"

اس سوال و جواب کے بعد تینوں صاحب بیٹھ گئے۔ اُنکے بیٹھ جانے پر انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور اس نے انصار کے حقوق و فضائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ اسی طرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیئے۔ جب اُن کے سب خطیب سلسلہ کلام ختم کر چکے تو حضرت عمر نے خطبہ دینا چاہا جس کو پہلے سے سوچ چکے تھے ا حضرت ابوبکر نے کہا ٹھہرو وہ رک گئے۔ صدیق اکبر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اول حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا:-

اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا رَسُوْلًا اِلٰی خَلْقِہٖ وَشَہِیْدًا	واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے محمدؐ کو اپنی مخلوق کے پاس رسول اور انکی امت
عَلٰی اُمَّتِہٖ لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ وَیُوَحِّدُوْہُ وَھُمْ یَعْبُدُوْنَ	کیواسطے راہنما بنا کر بھیجا اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور
مِنْ دُوْنِہٖ اٰلِھَۃً شَتّٰی وَیَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ عِنْدَہٗ	اُس کی توحید کا اقرار کریں، حالت یہ تھی کہ لوگ متفرق معبودوں کو اس
شَافِعَۃٌ وَّلَھُمْ نَافِعَۃٌ اِنَّمَا ھِیَ مِنْ حَجَرٍ مَّنْحُوْتٍ	خیال خام سے پوجتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے اُنکے شفیع بنکر نفع پہنچائینگے
وَخَشَبٍ مَّنْجُوْرٍ ثُمَّ قَرَأَ	ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ چوب و سنگ سے تراش لئے گئے تھے،

Marfat.com

ويعبدون من دون الله ما لا يضرهم
ولا ينفعهم ويقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله
وقالوا "ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى
فعظم على العرب أن يتركوا دين آبائهم فخص الله
المهاجرين الأولين من قومه بتصديقه والإ
يمان به والمواساة له والصبر معه على شدة
أذى قومهم لهم وتكذيبهم إياهم وكل الناس
لهم مخالف زار عليهم فلم يستوحشوا لقلة
عددهم وشنف الناس لهم وإجماع قومهم
عليهم فهم أول من عبد الله في الأرض
وآمن بالله وبالرسول وهم أولياؤه وعشيرته
وأحق الناس بهذا الأمر من بعده ولا
ينازعهم في ذلك إلا ظالم وأنتم يا معشر
الأنصار من لا ينكر فضلهم في الدين
ولا سابقتهم العظيمة في الإسلام رضيكم الله
أنصارًا لدينه ورسوله وجعل إليكم هجرته و
فيكم جلة أزواجه وأصحابه فليس بعد المهاجرين
الأولين عندنا بمنزلتكم فنحن الأمراء وأنتم
الوزراء لا تفتاتون بمشورة ولا تنقضي
دونكم الأمور

(پھر آیت پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے) اور وہ لوگ اللہ کے سوا
ایسے معبود پوجتے ہیں جو نہ نقصان پہونچا سکتے ہیں اور نہ نفع
اور کہتے ہیں کہ ہم اُنکی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ
ہمارا قرب بارگاہ الٰہی میں بڑھائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو
اپنا دین آبائی کا چھوڑنا گراں گزرا، اُسوقت اللہ نے رسول کی قوم
میں سے مہاجرین اولین کو یہ خصوصیت بخشی کہ اُنھوں نے آپکی تصدیق
کی اور ایمان لائے خدمت کے لئے کمر بستہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیساتھ سخت مصیبتیں جھیلیں ایسی حالت میں کہ تمام آدمی اُنکو
جھٹلاتے تھے اور دشمن جانی ہو رہے تھے۔ وہ اسکے باوجود اپنی
قلت اور دشمنوں کی سختی کے گھبرائے نہیں لہٰذا یہ لوگ وہ ہیں
جنھوں نے سب سے اول روئے زمین پر اللہ کی عبادت کی اللہ اور
رسول پر ایمان لائے، اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے رفقا اور کنبے والے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار
سوائے ظالم کے اس معاملہ میں اُن سے کوئی شخص نزاع نہیں کر سکتا
اور اے معشر الانصار تمھاری دینی فضیلت اور اسلامی شرف سے
کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تمکو اللہ نے اپنے دین اور رسول
کی مدد کے واسطے انتخاب کیا اپنے رسول کو تمھاری پناہ میں
ہجرت کے بعد بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر ازواج
واصحاب تم میں سے ہیں لہٰذا مہاجرین اولین کے بعد تمھارا
مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ پس ہم امرا ہوں، تم وزرا۔ تم اپنے مشورہ
پر سے بہت کرنا ہم بغیر تمھارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کرینگے،

Marfat.com

ایک روایت کے بموجب آخر میں یہ کہا:۔

وَقَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ أَيُّهُمَا شِئْتُمْ ؛ — میں اِن دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل بیان کئے، انصار اس کے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے۔ آخر کار حضرت ابوعبیدہ نے کہا:۔

يا معشر الانصار انكم اول من نصروآزر فلا تكونوا اول من بدل وتغير — اے گروہ انصار تم نے مدد اور قوت پہونچانے میں سبقت کی تھی لہذا تغیر تبدل کرنے میں سبقت نہیں کرنی چاہئے،

یہ سُن کر دو جلیل القدر انصاری یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت بشیر بن سعد نے اپنے فریق کو سمجھایا۔ حضرت زید بن ثابت نے کہا:۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من المهاجرين فان الامام يكون من المهاجرين ونحن انصاره كما كنا انصار رسول الله صلى الله عليه وسلم — یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زمرہ مہاجرین میں تھے پس ضرور ہے کہ امام بھی مہاجرین میں سے ہو اور ہم اُس کے اُسی طرح مددگار رہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔

حضرت بشیر بن سعد نے کہا:۔

يا معشر الانصار انا والله لئن كنا اولى فضيلة فى جهاد المشركين وسابقة فى هذا الدين ما اردنا به الا رضا ربنا وطاعة نبينا والكدح لانفسنا فما ينبغى لنا ان نستطيل على الناس بذالك ولا نبتغى به من الدنيا عرضا فان الله ولى المنة علينا بذالك الا ان محمدا صلى الله عليه وسلم من قريش — اے گروہ انصار اگر ہم نے مشرکوں کے جہاد میں سب سے زیادہ فضیلت حاصل کی اور دین میں عزت تو اُس سے مقصود صرف اللہ کی رضا اور اپنے نبی کی اطاعت اور خود اپنے لئے کسب عمل تھا ہم کو روا نہیں کہ ہم اُس کو دوسرے آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ بناویں نہ اُس کے عوض میں ہم کچھ دُنیا طلب کرنا چاہئے۔ خدا ہمکو اُس کی جزا دیگا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے اُن کی قوم انکی جانشینی کی

وقومنا احق بهم وایم الله لا یرانی	سب سے زیادہ مستحق وہ اہل ہیں۔ میں بالقسم کہتا ہوں کہ خدا مجھ کو
الله انازعهم هذا الامر ابدًا فاتقوا الله	کبھی نہ دیکھے گا کہ میں اُن سے اس بارہ میں نزاع کروں۔
ولا تنازعوهم ؂	پس تم خدا سے ڈرو اور اُن سے جھگڑا نہ کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں اُن میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو۔ دونوں نے کہا:۔

لا والله لا نتولی هذا الامر علیك فانك	نہیں قسم رب کی اس معاملہ میں ہم تم پر سبقت نہیں کر سکتے،
افضل المهاجرین وثانی اثنین اذ هما فی الغار	تم افضل مہاجرین ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وخلیفة رسول الله علی الصلوٰة والصلوٰة	رفیق غار اور خلیفہ نماز اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب
افضل دین المسلمین فمن ذا ینبغی له ان	بڑھکر ہے پس یہ کس کو زیبا ہے کہ وہ تم پر مقدم ہو یا تمہارے ہوتے
یتقدمك او یتولی هذا الامر علیك ابسط	ہوئے خلافت کا متولی بنے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے
یدك نبایعك ؛	ہیں۔

جس وقت اُن دونوں صاحبوں نے حضرت ابو بکر کی بیعت کا ارادہ کیا حضرت بشیر بن سعد انصاری نے سبقت کر کے سب سے اول بیعت کی۔ اُن کے بعد حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بیعت پر ٹوٹ پڑا اور خوف ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ (جو بوجہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے تھے) کچل نہ جائیں۔ جب بیعت کی خبر جلسہ کے باہر پہونچی تو ہر طرف سے آدمی جوق جوق آنے لگے یہاں تک کہ گلیاں اُن کے ہجوم سے بھر گئیں۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ اگلے روز سہ شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبوی میں مسلمان جمع ہوئے، اول حضرت عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:۔

کنت ارجوان یعیش رسول الله صلی الله علیه	میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بعد تک
وسلم حتی یدبرنا فان یك محمد صلی الله علیه	زندہ رہینگے لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو
وسلم قد مات فان الله قد جعل بین اظهركم نورًا	تمہارے پاس وہ نور موجود ہے (قرآن) جو تم کو راستہ دکھائیگا

Marfat.com

تھتدون بہ ھدی اللہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وان ابابکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ اولی المسلمین بامورکم فقوموا فبایعوہ

جس پر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چلایا تھا۔ اور ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رفیق غار ہیں اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے معاملات کے انصرام کے اہل ہیں، اب اٹھو اور اُن سے بیعت کرو۔

حضرت عمر نے کلام بالا ختم کر کے حضرت ابوبکر سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھئے مگر وہ انکار کرتے رہے۔ آخر حضرت فاروق کا اصرار غالب آیا اور حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھے۔ لیکن اُس مقام سے ایک درجہ نیچے جہاں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے۔ جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی (فبایعہ الناس عامۃ) بعد بیعت حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر خطبۂ خلافت دیا۔ اوّل حمد وثنا الٰہی بیان کی پھر کہا:۔

اما بعد ایھا الناس فواللہ ماکنت حریصاً علی الامارۃ یوماً ولا لیلۃ قط ولا کنت راغباً فیھا ولا سألتھا اللہ عزوجل فی سر وعلانیۃ ولکنی اشفقت من الفتنۃ ولکن قلدت امراً عظیماً مالی بہ طاقۃ ولا یدان الا بتقویۃ اللہ عزوجل ولوددت ان اقوی الناس علیھا مکانی الیوم انی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اساءت فقومونی الصدق امانۃ والکذب خیانۃ والضعیف فیکم قوی عندی حتی ازیح علیہ حقہ انشاء اللہ والقوی منکم ضعیف حتی اخذ الحق منہ انشاء اللہ۔

بعد حمد الٰہی اے آدمیو واللہ مجھکو ہرگز امیر بننے کی حرص کبھی دن میں نہ رات میں اور نہ میرا میلان اُسکی جانب تھا اور نہ میں نے اللہ سے ظاہر یا پوشیدہ اُس کے لئے دعا کی البتہ مجھکو یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو مجھکو حکومت میں کچھ راحت نہیں ہے بلکہ مجھکو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف دی گئی ہے جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ وہ بدون اللہ عزوجل کی مدد کے قابو میں آسکتا ہے میری ضرور یہ آرزو تھی کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی ہوتا یہ تحقیق ہے کہ میں تمہارا امیر بنایا گیا اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں راہ راست پر چلوں مجھکو مدد دو اگر بے راہ چلوں مجھکو سیدھا کردو، صدق امانت ہے اور کذب خیانت جو تم میں کمزور ہے وہ میرے لئے قوی ہے۔ انشاء اللہ اُس کا حق دلواؤں گا اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے اُس سے انشاء اللہ حق

لا یدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ الا ضربہم اللہ بالذل ولا یشیع الفاحشۃ فی قوم قط الا عمہم اللہ بالبلاء اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم قوموا الی صلوٰتکم یرحمکم اللہ تعالیٰ

لیکر چھوڑ دیگا - جو قوم راہ حق میں جہاد چھوڑ دیتی ہو وہ ذلیل کر دی جاتی ہو اور جس قوم میں بےحیائی کا رواج ہو جاتا ہو اُسپر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہو جب تک میں اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اُس کے رسول کی نافرمانی کروں تمکو میری اطاعت نہیں کرنی چاہیے اب نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے -

بعد بیعت خلیفہ رسول اللہ لقب ہوا - ایک موقع پر کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر مخاطب کیا تو کہا میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے میں خوش ہوں -

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں معنی خلافت پر ایک لطیف بحث لکھی ہو اگرچہ اُس کی اصلی شان تو خود شاہ صاحب کے الفاظ میں ہو مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا خلاصہ عام فہم پیرایہ میں یہاں بھی لکھدیا جائے -

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے، بعد بعثت آپنے جن اُمور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا اگر اُن سب کا استقرار کر کے جزئیات سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلیٰ ہو تو ثابت ہوگا کہ تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی - یہ جنس اعلیٰ ہے اس کے تحت میں حسب ذیل کلیات آتی ہیں -

علوم دین کا احیاء (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دین سے مراد ہے قرآن وسنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت

ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ - حج وغیرہ کا قیام واستحکام -

لشکر کا تقرر غزوات کا اہتمام -

مقدمات کا انفصال - قاضیوں کا تقرر -

اَمر بالمعروف (عمدہ افعال واوصاف کا حکم دینا اور اُن کو رائج کرنا) ونہی عن المنکر (بُری باتوں کو روکنا

اور اُن کا انسداد کرنا) جو حکام نائب مقرر ہوں اُن کی نگرانی کہ پابند حکم رہیں اور خلاف ورزی احکام نہ کریں۔ ان جملہ اُمور کا اہتمام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس فرمایا اور اُن کے انصرام کے واسطے نائب بھی مقرر فرمائے۔ وعظ و نصیحت فرمائی۔ صحابہ کو ممالک میں وعظ و نصیحت کے واسطے بھیجا، جُمعہ و عیدین و پنج وقتہ نماز کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کئے وصولی زکوٰۃ کے واسطے عامل مامور کئے۔ وصول شدہ اموال کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپکے حضور میں پیش ہوتی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا۔ حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کئے۔ جس طرح ۹ھ میں حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا۔ غزوات کی سپہ سالاری خود کی۔ نیز اُمرا نائب سے یہ کام لیا گیا۔ مقدمات و معاملات فیصل کئے۔ قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس باقی امور۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام و حفاظت کے واسطے ضروری تھا نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر۔ تاکہ وہ اقامت دین کی مذکورہ بالا خدمات کو انجام دے۔

جیش اُسامہ رضی مرض وفات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی روانگی کا حکم دیا تھا جس کے سردار حضرت اُسامہ بن زید مقرر فرمائے گئے تھے۔ مدینہ اور نواح مدینہ کے سات سو جوان اس مُہم کے لئے نامزد ہوئے تھے۔ یہ مُہم رومیوں کے مقابلہ پر اس لشکر اسلام کے انتقام لینے کیواسطے مامور ہوئی تھی جس کو رومیوں نے ۸ھ میں بمقام موتہ تباہ کیا تھا، مگر آپ کی علالت کی شدت اور وفات کے سبب روانگی نہ ہوسکی حضرت ابوبکر نے بیعت کی دوسرے روز حکم دیا کہ جیش اُسامہ تیار ہوکر روانہ ہو۔ منادی نے ندا دی۔

لیتم بعث اسامۃ الا لا یبقین بالمدینۃ احد الا خرج الی عسکرہ بالجرف

اُسامہ کے لشکر کو تیار ہوجانا چاہئے تاکید کیجاتی ہے کہ جو لوگ اس مُہم میں نامزد ہیں اُن میں سے ایک آدمی بھی مدینہ میں نہ رہے اور سب کے سب اپنے پڑاؤ پر بمقام جُرف[۱] جمع ہوجائیں۔

---

[۱] جُرف مدینہ کے باہر ایک میدان تھا۔

یہ پہلا حکم تھا جو حضرت ابوبکرؓ نے بحیثیت خلافت جاری کیا۔ اسی عرصہ میں کہ لشکر چھاونی میں جمع ہو اور اس کی روانگی عمل میں آئے عرب کے ارتداد اور یہود و نصاریٰ کی سرکشی کی خبریں متواتر مدینہ میں آنے لگیں ان خبروں سے مسلمانوں کا تردد بڑھ گیا۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے لئے نہایت سخت تھا مصیبت عظمیٰ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کا سروں سے اٹھ جانا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب میں ارتداد پھیل رہا تھا یہود و نصاریٰ نے ان حالات کو دیکھ کر سرکشی شروع کردی تھی اس پر طرہ مسلمانوں کی قلت۔ دشمنوں کی کثرت۔ صحابی جلیل القدر حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اسوقت مسلمان بکریوں کے اس گلہ سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد راتیں میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہ جائے۔ ان حالات پر نظر کرکے صحابہ کرام نے امیرالمومنین سے کہا کہ جو آدمی لشکر اسامہ میں جارہے ہیں وہ مسلمانوں کے چیدہ و منتخب افراد ہیں عرب کی حالت آپ کی نگاہ کے سامنے ہے اس صورت میں مسلمانوں کی جمعیت کو متفرق کرنا مناسب نہیں حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔

والذی نفسی بیدہ لو ظننت ان السباع تخطفنی لانفذت جیش اسامۃ کما امر بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولو لم یبق فی القری غیری لانفذتہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھ کو یہ بھی گمان ہوتا کہ درندے مجھ کو اٹھالے جائینگے تو بھی بہ تعمیل حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کا لشکر ضرور بھیجتا اگر بستیوں میں سوائے میرے ایک متنفس بھی باقی نہ رہتا تو بھی روانگی کا حکم یقیناً دیتا

اس کے بعد بہ خیال مزید اہتمام مسلمانوں کے سامنے مجمع عام میں خطبہ دیا اور تیاری لشکر کی تاکید کی جب تمام لشکر جرف کے پڑاؤ پر جمع ہوگیا تو حضرت اسامہ امیر عسکر نے حضرت عمر کی زبانی حضرت ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری روانگی کے بعد کفار خلیفہ رسول اللہ، حرم نبوی اور باقی مسلمانوں پر دوڑ پڑیں گے اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو مع لشکر مدینہ چلا آؤں، اسی کے ساتھ انصار نے پیغام بھیجا کہ آپ لشکر روانہ ہی کریں تو بجائے اسامہ[1] کے کسی سن رسیدہ آدمی کو سردار مقرر کیجئے۔

[1] حضرت اسامہ کا سن اسوقت انیس[19] برس کا تھا۔

پہلا پیام سُن کر حضرت ابوبکر نے قریبًا وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہوا۔ جب حضرت عمر نے انصار کا پیام سُنایا تو حضرت صدیق غصے سے بیتاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا۔ تم کو موت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ کو امیر لشکر بنایا تم مجھ کو ہدایت کرتے ہو کہ میں اُس کو معزول کر دوں۔ اِس جواب کے بعد جُرف کے پڑاؤ پر خود گئے اور رخصت کر کے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب کوچ ہوا تو حضرت اُسامہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت ابوبکر پیادہ پا ساتھ ساتھ چل رہے تھے خلیفہ کا کوتل گھوڑا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت اُسامہ نے حضرت ابوبکر سے کہا یا آپ سوار ہو لیں یا مجھ کو پیادہ چلنے کی اجازت دیں۔ جواب دیا کہ نہ میں سوار ہونگا نہ تم کو پیادہ چلنے کی اجازت ملے گی، اگر میں ایک ساعت راہ خدا میں اپنے قدم خاک آلود کروں تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہ خدا میں جو قدم رکھتا ہے اُس کے بدلے میں سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ سات سو نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں (طبری) اِس کے بعد لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا ایھا الناس قفوا اوصیکم بعشر فاحفظوھا عنی: لا تخونوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا طفلا ولا شیخا کبیرا ولا امرأۃ ولا تعقروا نخلا ولا تحرقوہ ولا تقطعوا الشجرۃ المثمرۃ ولا تذبحوا شاۃ ولا بقرۃ ولا بعیرا الا لمأکلۃ وسوف تمرون باقوام قد فرغوا انفسھم بالصوامع فدعوھم وما فرغوا انفسھم وسوف تقدمون علی قوم یاتونکم بآنیۃ فیھا الوان الطعام فاذا اکلتم منھا شیئا بعد شیء فاذکروا اسم اللہ علیھا وتلقون

اے آدمیو کھڑے ہو جاؤ میں تم کو دس حکم دیتا ہوں اُن کو میری جانب سے اچھی طرح یاد رکھنا۔ خیانت نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا سرکار کی نافرمانی مت کرنا۔ کسی شخص کے اعضا مت کاٹنا کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل مت کیجیو۔ کھجور یا اور کسی میوہ دار درخت کو مت کاٹیو نہ جلائیو۔ بکری گائے یا اونٹ کو سوائے غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہونگے اُن کو اُنکے حال پر چھوڑ دینا۔ اور تم کو ایسے آدمی ملیں گے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے جب تم ان کھانوں کو یکے بعد دیگرے کھاؤ تو خدا کا نام لیتے جانا۔ (یعنی نعمتیں پاکر خدا کو بھول نہ جانا) اور تم کو ایک

Marfat.com

اقوامًا قد فحصوا اوساط رؤسھم وترکوا حو | ایسی قوم ملے گی جن کے سر کے بال بیچ میں منڈے ہونگے اور
لھا مثل العصائب فاخفقوھم بالسّیف خفقًا | پٹھے چھوٹے ہونگے اُن کو تازیانہ کی سزا دی جائے خدا کا نام لیکر ذا
اندفعوا باسم اللہ افنا کو اللہ بالطعن والطاعون | ہو خدا تمکو دشمن کے حربہ اور طاعون کے حملے سے محفوظ رکھے۔

یہ لشکر غرۂ ربیع الآخر کو (یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک اُنیس روز بعد) مدینہ سے روانہ ہوا۔ منزلِ مقصود پر پہونچا اور باختلافِ روایت چالیس دن یا اس سے کسی قدر زائد عرصہ میں ارشادِ نبوی کی تعمیل کرکے مع الخیر واپس آگیا۔ مورّخین کا قول ہے کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل پر دھاک بندھ گئی اور اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو اس لشکر کو مدینہ سے باہر نہ بھیجتے۔

ارتداد | فتح مکہ[1] کے بعد کثرت سے قبائلِ عرب نے اپنے وفد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے اور اسلام سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ سیرت میں ۹ھ کا نام "سنۃ الوفود" ہے۔ اسی سلسلہ میں یمن کے زبردست قبیلے بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ وفد مذکور میں مسیلمہ بھی تھا۔ اسمیں اختلاف ہے کہ مسیلمہ جمالِ نبوی کے دیدار سے مشرف ہوا یا نہیں۔ بہرحال یہ وفد مسلمان ہو کر یمن واپس آگیا اور اس کی واپسی پر قبیلۂ بنو حنیفہ اسلام لے آیا۔ ۱۰ھ کے آخر میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اہلِ یمن کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ اس سے قبل چھ مہینے تک حضرت خالد ابن ولید نے تبلیغ اسلام کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت شیرِ خدا کی آمد کی خبر سُن کر کثرت سے یمنی سرحد پر استقبال کو آئے۔ صبح کی نماز حضرت علی نے باجماعت ادا فرمائی۔ بعد نماز سب اہلِ یمن صف بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت مرتضیٰ نے اُن کو مخاطب کرکے اوّل حمد و ثنائے الٰہی بیان فرمائی اُس کے بعد فرمان رسالت سُنایا اور تلقین اسلام کی۔ اس تلقین کا یہ اثر ہوا کہ اُسی روز تمام ہمدان مسلمان ہو گیا۔ بعد کامیابی حضرت علی نے مراجعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام عرفات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غرض ۹ھ اور ۱۰ھ میں ملکِ یمن محض تبلیغ کے اثر سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ ۹ھ میں کوہ

[1] مکہ ۸ھ کے آخری حصہ میں فتح ہوا۔

فرض ہوئی اور آپ نے اُس کے وصول کے واسطے عمال مختلف اطراف میں مقرر فرمائے۔ یمن میں باذان کو بدستور سابق تمام یمن کا عامل رکھا۔ حجۃ الوداع میں باذان کی وفات کی خبر پہونچی اور آپ نے اُسی موقع پر جدید انتظام فرمایا۔ ملک یمن مختلف حصوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر حصہ پر جداگانہ عامل کا تقرر ہوا۔ حضرت معاذ بن جبل اس خدمت پر مامور ہوئے کہ تمام ملک یمن میں دورہ کر کے احکام اسلام کا اجرا کرتے رہیں۔ اسی عرصہ میں پہلا کاذب مدعی نبوت یمن میں بمقام صنعار پیدا ہوا جس کا نام اسود عنسی تھا اُس کو بے حد فوری کامیابی ہوئی اور چند ہی دن میں اُس نے ہر طرف آتش فساد مشتعل کر دی قبیلہ بنی اسد میں طلیحہ نے دعوئی نبوت کیا۔ تیسرا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا اسود عنسی کی کامیابی دیکھ کر اُس کو بھی جرأت ہوئی اور دعوئی نبوت کا منصوبہ قائم کر کے اُس نے اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ کو شریک رسالت کر لیا ہے۔ انتہائے خیرہ سری یہ تھی کہ سنہ ۱۰ھ کے آخر میں اُس نے ذیل کا خط آپکی خدمت میں بھیجا۔

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ	مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام میں رسالت
فانی قد اشترکت معک فی الامر وان لنا	میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی
نصف الارض ولقریش نصفھا ولکن قریشا	قریش کی مگر قریش ایسی قوم ہے جو ظلم کرتی ہے۔
قوم یعتدون ⁂	

اس کے جواب میں یہ فرمان رسالت مدینہ سے جاری ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے۔
من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب اما	محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام بعد حمد سلام
بعد فالسلام علی من اتبع الھدی فان الارض	ہو اُن پر جو راہ راست کے پیرو ہیں پھر تحقیق ہے کہ ساری زمین
للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین	اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ جسکو چاہتا ہے بخشتا ہے اور
	اور عاقبت پرہیزگاروں کے حصہ میں ہے۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت شریف اول ان مدعیان نبوت کو بذریعہ پند و نصیحت

سمجھایا متعدد مراسلات بھیجے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا مرتدوں نے مسلمانوں پر دست درازی و تعدی شروع کی اور جمعیت فراہم کرکے مقابلہ و مقاتلہ کا سلسلہ جاری کر دیا۔ جب نوبت اس حد تک پہونچی تو آپنے اُنکے دفعیہ کے واسطے عمال کے نام احکام جاری فرمائے اور یہ اہتمام مرض وفات کی شدت میں بھی برابر جاری رہا۔

اسود عنسی کا خاتمہ آپکی حیات مبارک میں ہو گیا اور آپ نے یہ خبر مسلمانوں کو سنا دی، اس بیان سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت اور اُن کے پیروؤں کی کیا کیفیت تھی۔ جس وقت آپ کی رحلت کی خبر شایع ہوئی ان قبائل میں اور اُن کے اثر سے دوسرے جدید الاسلام قبیلوں میں اضطراب عظیم پیدا ہوا اور تمام ملک یمن میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مسلمان عامل ہٹا دیئے گئے اور مرتدین نے دخل کر لیا۔ اسود عنسی اگرچہ مر چکا تھا لیکن اُس کی فوج مختلف حصہ ہائے ملک میں منتشر تھی اب وہ پھر جمع ہو کر ایک لشکر عظیم بن گئی، اسی کے ساتھ ساتھ نواح مدینہ میں ارتداد و سرکشی پیدا ہوئی خلاصہ یہ کہ مدینے کے باہر صرف دو قبیلے ایسے تھے جو تمام و کمال اسلام پر قایم رہے یعنی قریش و ثقیف باقی تمام قبائل میں کم و بیش ارتداد کا فساد پھیلا بعضے کل کے کل مرتد ہو گئے۔ بعض میں کچھ مسلمان رہے کچھ مرتد ہو گئے۔ ارتداد کا زور زیادہ تر دو طرف تھا ایک یمن میں، دوسرے نواح مدینہ کے قبائل میں۔ اور یہ سب کے سب جدید الاسلام تھے بعض جاہ طلب طبائع نے اپنے عروج و سرداری کا حیلہ دعویٰ نبوت و ارتداد قرار دے لیا تھا۔ واقعات ذیل سے اس بیان کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

قبیلہ بنی عامر میں سردار عامر بن طفیل تھا وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں تمام عرب کی امارت کا متمنی ہوں ایک قریشی کا اتباع کس طرح کر سکتا ہوں۔ قبیلہ غطفان قبیلہ بنی اسد کا حلیف تھا غطفانی کہتے تھے کہ ہم اپنے حلیف اسدیوں کے نبی (طلیحہ) کو چھوڑ کر رسول قریشی کی پیروی کیوں کریں، قریش کے نبی نے وفات پائی۔ اسد کا نبی زندہ ہے۔ قبیلہ عبد القیس میں مرتدوں کا نشان بردار غرور نعمان بن منذر کا پوتا تھا۔ یہ نعمان بن منذر اُس خاندان حمیر کی اخیر یادگار تھا جس نے صدیوں تک یمن

Marfat.com

میں حکومت کی تھی۔ دعویٰ نبوت کی انتہائے ارزانی یہ تھی کہ سجاح نامی ایک عورت بھی مدعی نبوت بن بیٹھی۔ اس نے یمن میں نبی ہونے کا اعلان کیا۔ قبیلہ بنی تغلب (جو نصرانی تھا) اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی اُمت میں شامل ہوا۔ مدعیان نبوت کے احکام بھی عجیب تھے۔ طلیحہ کی نکتہ سنجی ملاحظہ ہو۔ نماز کے ارکان میں سے سجدہ موقوف کر دیا۔ مسیلمہ کے حکم سے شراب اور زنا مباح و حلال قرار پایا۔ جب اس نے سجاح مدعیہ نبوت سے نکاح کیا تو اس کے مہر میں دو وقت کی نماز معاف کر دی۔ ایک صبح کی دوسری عشا کی۔ وجہ یہ ظاہر کی کہ ان سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

فتنۂ ارتداد کے سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ باوجود اس قدر فتنہ و فساد اور ہنگامے کے ایک شخص بھی السابق الاسلام مرتد نہیں ہوا جو قدیم الاسلام اور مذہب میں راسخ ہو چکا تھا۔ عموماً جدید الاسلام قبیلے مرتد ہوئے اُن میں بھی اکثر عوام فتنہ جو تھے چنانچہ طلیحہ کے نشان کے نیچے زیادہ تر قبیلہ طے اور اسد کے عوام الناس کا ہجوم تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فراست ایمانی سے آغاز ہی میں اس ہنگامے کی قوت کا پورا اندازہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ یمن سے جب ابتداءً قاصد آئے تو خط دیکھ کر اُن سے فرمایا ابھی صبر کرو اس کے بعد جو خط آئینگے اُن میں اس سے بھی زیادہ سخت خبریں ہونگی اور ہوا بھی یہی، اس کے بعد ہی ہر طرف سے اُمرائے مسلمین کے مراسلے آنے لگے جن میں قبائل کے ارتداد اور اُن مظالم کی اطلاع درج تھی جو مرتدوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر ہوتے تھے۔ نواح مدینہ کے قبائل نے مرتد ہو کر بالاتفاق مدینہ کا رُخ کیا۔ بنی اسد سمیرا[۵۱] میں۔ فزارہ اور غطفان کا ایک حصہ جنوب مدینہ میں ثعلبہ و مرہ و عبس کا ایک حصہ ابرق[۵۲] میں دوسرا ذوالقصہ[۵۳] میں خیمہ زن ہوا۔ اُسی زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص اس راستہ سے مدینہ پہنچے اور بیان کیا کہ دبار[۵۴] سے لے کر مدینہ تک برابر مرتد فوجیں پڑی ہوئی ہیں، ان قبائل نے اس طرح مدینہ کو گھیر کر اپنے قاصد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجے۔ یہ آگ کس قدر جلد بھڑکی

---

۵۱ سمیرا مکہ کے راستہ میں ایک منزل۔ ۵۲ ابرق بنی ذبیان کا وطن۔

۵۳ ذوالقصہ مدینہ سے ایک منزل بجانب نجد۔ ۵۴ دبار ایک قدیم مشہور شہر یمن کا قریب ربذہ۔

Marfat.com

تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیعت خلافت کے دسویں روز ایلچی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ مدینہ پہنچکر قاصد مختلف عمائد کے یہاں مقیم ہوئے۔ عم رسول حضرت عباس کی یہ خصوصیت تھی کہ انھوں نے کسی قاصد کو اپنے مکان پر نہیں ٹھہرنے دیا۔ ایلچیوں نے اول ان مسلمانوں سے گفتگو کی جن کے یہاں ٹھہرے تھے اس کے بعد متفق ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور بالاتفاق یہ پیام پہونچایا کہ ہم سے نماز پڑھوا لو مگر زکوٰۃ معاف کردو۔ ان کا پیام سن کر حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا سب نے یہ صلاح دی کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت عمر بھی اس رائے میں شریک تھے۔ ان کے یہ الفاظ ہیں

یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بھم	اے خلیفہ رسول اللہ ان لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔

حضرت ابوبکر نے یہ مشورہ سن کر حضرت عمر کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی۔ واللہ لاجاھدنھم ولو منعونی عقالا	یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان ہو کر ذلیل و خوار بن گئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا دین کمال کو پہنچ چکا کیا میری زندگی میں اسکی قطع و برید کیجائیگی۔ واللہ اگر (فرض زکوٰۃ میں) ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے بھی لوگ انکار کرینگے تو میں جہاد کا حکم دوں گا۔

فاروق اعظم کا مقولہ ہے کہ اس کلام کو سن کر مجھ پر منکشف ہو گیا کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ جہاد کیواسطے کشادہ کر دیا ہے۔ صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت صدیق نے جواب مذکور الصدر سنا کر ایلچیوں کو ناکام واپس کر دیا۔ اسی عرصہ میں جیش اسامہ مدینہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ قاصد واپس گئے تو انھوں نے مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت بیان کی۔ ادھر قاصدوں کو رخصت کرکے حضرت ابوبکر نے مدینہ کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ شہر کے ناکوں پر حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کو مقرر کیا۔ عام اہل مدینہ کو جمع کرکے حکم سنایا کہ عرب میں ارتداد پھیلا ہوا ہے۔ قاصد تمھاری حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں دشمن کے بعض جتھے تم سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں معلوم

Marfat.com

نہیں تم پر کس وقت حملہ کردیں اُن کو اُمید تھی کہ ہم اُن کی درخواست منظور کر لینگے مگر وہ رد کردی گئی لہٰذا تم کو ہر وقت مسلح مسجد نبوی میں حاضر رہنا چاہئے۔ اس حکم کے مطابق تمام اہل مدینہ مستعد رہتے تھے۔ قاصدوں کی واپسی کے تیسرے دن دشمنوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ ایک حصہ فوج اُن کی مدد کے واسطے ذی حسی[1] میں تیار تھا۔ جب دشمن کی جمعیت مدینہ کے ناکوں پر پہونچی تو محافظ ہوشیار تھے اُنھوں نے حملہ روک کر امیر المومنین کے پاس اطلاع بھیجی۔ حضرت ابوبکر نے کہلا بھیجا کہ تم اپنی اپنی جگہ قایم رہو، میں فوراً موقع پر آتا ہوں۔ چنانچہ اہل مدینہ کی جمعیت لے کر موقع پر پہونچے اور دشمنوں پر حملہ کیا مسلمانوں کے حملے سے کفار کے قدم اُکھڑ گئے اور بھاگنا شروع کیا مسلمانوں نے ذی حسی تک تعاقب کیا۔ وہاں کی فوج نے پہلے سے بہت سی مشکوں میں ہوا بھر رکھی تھی جیسے ہی مسلمان شتر سوار پہونچے وہ مشکیں سامنے لڑکا دیں اونٹ قدرتاً اُس سے بہت ڈرتا ہی مسلمانوں کے اونٹ ڈر کر پیچھے کو بھاگے اور مدینہ پہنچکر دم لیا مرتدوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے اس سے اُن کی جرأت بڑھی۔ ذی حسی کی پشت پر جو فوج بمقام ذوالقصہ تھی اُس کو بھی آگے بُلالیا۔ اور دشمن کی کل جمعیت ذی حسی میں مدینہ کے قریب جمع ہوگئی حضرت ابوبکر نے اُسی روز دوسرے حملے کا انتظام کیا اور شبا شب کوچ کر کے صبح ہوتے ہوتے مرتدوں کے لشکر پر چھاپہ جا مارا۔ طلوع آفتاب کے وقت دشمن کو ہزیمت ہوئی سردار لشکر حبال (جو طلیحہ مدعی نبوت کا قوت بازو تھا) مارا گیا حضرت ابوبکر نے ذوالقصہ تک تعاقب کیا وہاں حضرت نعمان بن مقرن کو مع ایک حصہ فوج کے متعین کیا اور خود مدینہ کو واپس چلے آئے۔

اس شکست سے کفار کا جوش زیادہ بڑھا اور تمام قبائل نے اپنے اپنے یہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کرنا شروع کیا۔ اعضا کاٹتے تھے۔ آگ میں زندہ جلاتے تھے اول قبیلۂ ذبیان وعبس نے یہ سفاکی شروع کی پھر اُن کے قرب وجوار کے تمام قبیلوں میں پھیل گئی جب ان مظالم کی اطلاع حضرت ابوبکر کو ہوئی تو اُنھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ مسلمانوں کے مقتولوں کا بدلہ

[1] ذی حسی ایک مقام ہی۔

لیا جائیگا۔ ذوالقصہ کی فتح کا مسلمانوں پر یہ اثر ہوا کہ تمام قبائل میں جس قدر مسلمان تھے وہ اسلام پر زیادہ شدت سے قائم ہو گئے اور ان میں تازہ جوش و عزم پیدا ہو گیا! بعض قبائل نے زکوٰۃ کا روپیہ بھیجدیا۔ غرض مختلف تدابیر سے حضرت صدیق اکبر مدینہ کی حفاظت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت اسامہ کا لشکر مدینہ واپس آگیا۔ اُن کو حفاظت مدینہ پر مامور کر کے حضرت ابوبکر نے کہا کہ اب تم آرام لو ہم دشمن کے مقابلہ پر جاتے ہیں۔ بقیہ فوج فراہم ہوئی اور اس کے امیر خود خلیفۂ رسول اللہ بنے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ آپ خود مہم پر نہ جائیں اگر آپ کو صدمہ پہنچ گیا تو اسلام کا سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا اور کسی کو سردار مقرر کر کے بھیجئے وہ کام آئے تو دوسرا مقرر ہو مگر یہ صلاح پذیرا نہ ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر لشکر کو ہمراہ لے کر ذوالقصہ ہوتے ہوئے پرگنہ ربذہ[1] کے ابرق نامی مقام پر پہنچے وہاں دشمن سے مقابلہ ہوا اہل ایمان فتحیاب ہوئے۔ فرمان خلافت کے مطابق ابرق مجاہدین کے گھوڑوں کی چراگاہ بنا دیا گیا۔

لشکر اسامہ آرام لے چکا تھا زکوٰۃ کا روپیہ زیادہ مقدار میں وصول ہونے لگا تھا اس لئے حضرت ابوبکر نے تہیہ فرمایا کہ مرتدوں کا استیصال پوری طرح کر دیا جائے۔ بعد فتح نواح ابرق میں قیام کر کے تمام مرتد قبائل کے مقابلہ کا انتظام فرمایا۔ گیارہ[11] فوجیں مامور کی گئیں کہ مختلف حصص ملک میں جا کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں۔ اُس زمانہ میں ملازمت کا سلسلہ نہ تھا مسلمانوں کے تمام کام محض رضاء الٰہی کے واسطے ہوتے تھے فوج کا انتظام بھی رضاکارانہ تھا۔ اجتماع لشکر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص امیر لشکر مقرر ہو کر مہم پر مامور ہوتا تھا اور اُس کی ہمراہی کے واسطے قبائل نامزد ہو کر احکام جاری کئے جاتے تھے۔ زمانہ رسالت میں آپ اپنے دست مبارک سے اور دور خلافت میں خلفا اپنے ہاتھ سے نشان بنا کر سردار کو دیتے۔ اُس نشان کو لے کر امیر ڈیرا پر خیمہ زن ہوتا اور میعاد معین کے اندر سپاہ نشان کے نیچے آکر فراہم ہو جاتی۔ یا یہ ہوتا کہ امیر نشان لے کر نامزد شدہ قبائل کے قریب

---

[1] ربذہ ایک گاؤں مدینہ سے ۳ میل۔

Marfat.com

روانہ ہوتا اور ہر قبیلہ کے فوجی جوان اُس کے ساتھ ہوتے جاتے۔ ہتھیار سواری وغیرہ کی مدد خزانے سے کیجاتی نیز سپاہی اپنے ہتھیار خود ہمراہ لاتے اُس زمانہ میں عرب کا بچہ بچہ ہتھیاروں سے آراستہ تھا اسی طرح بمقام ذو القصہ حضرت ابوبکرؓ نے گیارہ نشان تیار کر کے اُمرا لشکر کو دیئے اور اُن کی مدد کے واسطے قبائل مقرر فرمائے۔ ہر سردار کو اس کی مہم اور طرز عمل کی بابت پوری ہدایتیں دی گئیں تھیں یعنی وہ کس دشمن کا مقابلہ کرے اُس سے فارغ ہو کر کس طرف بڑھے کون سا لشکر کس کی مدد کرے، علیٰ ہذا القیاس حضرت خالد طُلیحہ کے مقابلہ پر مامور ہوئے۔ حضرت عکرمہ مُسیلمہ کے مقابل۔ اسود عنسی کی مہم پر مہاجرین آل زبیر۔ وغیرہ وغیرہ۔ خاص ہدایات کے علاوہ بعض عام احکام تھے جو کل اُمرا کے واسطے دستور العمل تھے۔ ہر فوج کے ساتھ ایک فرمان خلافت تھا جس میں مخالفین سے خطاب کیا گیا تھا اور اُن کو مخالفت سے باز آنے اور مسائل اسلام کی جانب رجوع کرنے کی ہدایت و ترغیب تھی اُس میں یہ بھی درج تھا کہ فلاں سردار مہاجرین و انصار و تابعین کا لشکر لے کر تمھارے مقابلہ پر آتا ہے اُس کو یہ حکم ہے کہ اول کسی سے وہ قتال و جنگ نہ کرے بلکہ دعوت اسلام دے جو قبول کرے اُس کو امن بخشی جائے جو عناد پر قائم رہیں اُن سے لڑے اور پوری شدت کے ساتھ لڑے، اس فرمان کی بابت حکم تھا کہ لشکر کے آگے آگے قاصد لے کر جائیں اور لشکر پہونچنے سے پہلے مجمع عام میں پڑھ کر سُنائیں۔ ذریعہ اجتماع اذاں ہو۔ جو لوگ اذاں سُن کر فراہم ہو جائیں اُن کو احکام خلافت سُنائے جائیں جو جمع نہ ہوں اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ علاوہ فرمان بالا کے ایک اور مراسلہ ہر لشکر کیساتھ تھا جس میں سردار لشکر کے واسطے احکام تھے۔ تمام مہمات کا بیان باعث طول ہوگا اس لئے صرف دو مہموں کا ذکر کیا جاتا ہے ایک میں نمونۂ آشتی ہے دوسرے میں نمونۂ رزم۔

مہم قبیلہ طی[1] (نمونۂ آشتی) حضرت خالد بن ولید کا تقرر طُلیحہ مُدعی نبوت کے مقابلہ پر ہوا تھا۔ مدعی مذکور کے ساتھ عوام قبیلہ طے کا بڑا مجمع تھا اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عدی بن حاتم کو اول روانہ

[1] مشہور حاتم طائی کا قبیلہ۔

Marfat.com

کیا کہ اپنے قبیلہ کو فہمائش کرکے تباہی سے بچائیں۔ آگے آگے حضرت عدیؓ اور اُن کے پیچھے لشکر اسلام روانہ ہوا۔ حضرت عدیؓ نے منزلِ مقصود پر پہنچ کر اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور فہمائش کی لیکن بے سود، دوبارہ پھر سمجھایا اس مرتبہ نصیحت کارگر ہوئی۔ وعدۂ اطاعت کے ساتھ اُنھوں نے یہ درخواست کی کہ ہمکو اتنی مُہلت دی جائے کہ اپنے اہل وعیال کو طُلیحہ کے لشکر سے نکال لائیں ورنہ ہماری اطاعت کی اُن پر مصیبت پڑے گی ہماری واپسی تک خالدؓ کا لشکر روک دیا جائے۔ حضرت عدیؓ نے یہ پیام حضرت خالدؓ کو پہنچایا تین روز کی مُہلت منظور ہوئی۔ اس عرصہ میں قبیلہ طے کے آدمی اپنے اہل وعیال کو لشکر طُلیحہ سے ترکیب کے ساتھ لے آئے اور تجدید اسلام کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس حاضر ہوگئے۔ اس طرح یہ مُہم حُسن وخوبی کے ساتھ بغیر خوں ریزی کے طے ہوگئی۔ مہم طے کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے قبیلہ جدیلہ کی طرف رُخ کیا۔ حضرت عدیؓ نے کہا کہ قبیلہ طے مثل ایک پرندہ کے ہے جس کا ایک بازو جدیلہ ہے مجھ کو اجازت دو کہ اُن کو جاکر فہمائش کروں۔ اجازت ملی اور حضرت عدیؓ نے کوشش بلیغ کیساتھ سمجھایا۔ نتیجہ حسب مراد نکلا۔ جب حضرت خالدؓ اس مُہم سے فارغ ہوکر آگے بڑھے تو قبیلۂ طے کے ایک ہزار سوار اُن کے ہمرکاب نصرتِ اسلام کے لئے کمربستہ تھے۔ مؤرخین نے عدیؓ کی مساعی کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے:۔

وکان خیر مولود ولد فی ارض طی واعظمہ برکۃ علیہم — وہ قبیلہ طے کے بہترین فرزند تھے جن کی وجہ سے برکت عظیم نازل ہوئی۔

طُلیحہ نے حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر شکست کھائی اور شام کو بھاگ گیا۔ وہاں پہنچکر دوبارہ اسلام لایا۔ ایک مرتبہ خلافت صدیقی کے زمانہ میں طُلیحہ ادائے عمرہ کو مکہ جاتا تھا جب مدینہ کے کنارے پر پہونچا تو کسی نے چھپٹ کر حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع کی کہ طُلیحہ جارہا ہے۔ سُن کر فرمایا اب وہ داخل اسلام ہوچکا اُس سے کچھ تعرض نہیں کیا جاسکتا جانے دو۔ خلافت فاروقی میں طُلیحہ نے مدینہ آکر بیعت کی۔

مُسیلمہ کذاب (معرکۂ رزم) اگرچہ مرتدین کے تمام معرکے نہایت سخت اور حوصلہ فرسا تھے مگر مُسیلمہ کذاب کا معرکہ شدت وقوت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ مسیلمہ کا قبیلہ بنو حنیفہ تھا اور وطن یمامہ واقع مُلک نجد۔ اُسکا

Marfat.com

یہ دعوی تھا کہ مجھ کو رسول اللہ نے شریک رسالت کر لیا ہے۔ اس دعوے کی تائید کے لئے نہار نامی ایک شخص اُس کے ہاتھ آگیا۔ نہار نے مدینہ میں شرف حضوری سے مشرف ہو کر قرآن و مسائل دین کی تعلیم حاصل کی تھی، جب مسائل ضروری حاصل کر چکا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا کہ یمن جا کر تائید اسلام اور مسیلمہ کی تردید کی خدمت انجام دے۔ بدبخت یمن پہنچکر مسیلمہ سے مل گیا۔ اور بالاعلان شہادت دی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میں نے خود سُنا ہے کہ مسیلمہ شریک نبوت ہے۔ اس سے ہزاروں آدمی گمراہ ہو گئے۔ اذاں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا جاتا تھا جب مسیلمہ تکبیر کے وقت شریک نماز ہوتا تو مؤذن سے کہتا اشهد ان محمداً رسول اللہ خوب زور سے کہو مسجع مہمل عبارتیں لوگوں کو سُناتا اور کہتا یہ وحی ہے۔ شراب، زنا کی حلت کا اعلان کر دیا تھا ایسے اسباب سے مسیلمہ کا زور روز بروز ترقی کرتا رہا جب مدعیہ نبوت سجاح سے مسیلمہ نے نکاح کر لیا تو اس کے لشکر سے مسیلمہ کو مزید شوکت حاصل ہوئی بارگاہ خلافت سے دو لشکر مسیلمہ کے مقابلہ پر نامزد ہوئے تھے، ایک حضرت عکرمہ کی زیرامارت۔ دوسرا حضرت شرجیل بن حسنہ کی ماتحتی میں۔ ان دونو لشکروں نے یکے بعد دیگرے شکستیں کھائیں۔ جب حضرت ابوبکر کو ان ہزیمتوں کی اطلاع پہونچی تو دونو شکست خوردہ امیروں کو دوسری مہموں پر مقرر کیا اور مسیلمہ کے مقابلہ کا حضرت خالد کو (جو مہم طلیحہ سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو چکے تھے) حکم دیا۔ اُن کی کمک کے واسطے تازہ دم جمعیت روانہ کی اس جمعیت میں انصار کے سردار حضرت ثابت بن قیس اور مہاجرین کے امیر حضرت زید بن خطاب (فاروق اعظم کے بھائی بھی) تھے۔ جب حضرت خالد یمامہ پہونچے ہیں تو مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک ترقی کر چکی تھی مسیلمہ نے حضرت خالد کی آمد کی خبر سُنی تو آگے بڑھ کر عقربا نامی مقام پر پڑاو کیا۔ اسی میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا۔ جب دونو جانب صفوف جنگ آراستہ ہولیں تو سب سے اول نہار میدان میں آکر مبارزہ طلب ہوا۔ حضرت زید بن خطاب اُس کے مقابلہ پر گئے۔ بعد مقابلہ نہار مارا گیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ رن اس زور کا پڑا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور جمعیت پریشان ہو گئی۔ مسیلمہ کے

لہ مورخ طبری اس لڑائی کی بابت لکھا ہے لم یلق المسلمون حربا مثلہا قط مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہیں آیا۔

لشکر نے تعاقب کیا اور دباتا ہوا خود حضرت خالد کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ حضرت خالد کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا
اُم تمیم حضرت خالد کی بی بی خیمہ کے اندر تھیں۔ کفار نے اُن کو قتل کرنا چاہا مجاعہ[۵] نے روکا اور کہا۔

نعمت الحرۃ ھذہ
یہ بہت اچھی آزاد بی بی ہیں۔

عورتوں کو کیا مارتے ہو مردوں کا مقابلہ کرو۔ یہ سُن کر مسیلمہ کے سپاہی خیمہ کی طنابیں کاٹ کر ہٹ گئے
اس نازک اور حوصلہ فرسا موقع پر مسلمان امرا لشکر نے اپنی شکست خوردہ فوج کی جمعیت قائم
کرنے کی کوشش جس قوت ایمانی کے ساتھ کی وہ قیامت تک صفحات تاریخ پر یادگار رہے گی۔
اُنھوں نے یکے بعد دیگرے جانیں مردانہ وار اسلام پر قربان کر کے فوج کو غیرت دلائی اور آخر کار
کامیاب ہوئے۔ حضرت قیس بن ثابت نے مفرورین کو مخاطب کر کے کہا۔

بئسما عودتم انفسکم یا معشر المسلمین	اے گروہ اہل اسلام تم نے اپنے نفوس کو بری عادت سکھائی۔
اللھم انی ابرأ الیک مما یعبد ھؤلاء (یعنی	اے اللہ میں تیرے سامنے اُنکے (یعنی اہل یمامہ کے) معبود
اھل الیمامۃ) وابرأ الیک مما یصنع ھؤلاء	سے اور اُنکی (یعنی مسلمانوں کی) اس حرکت سے جو اس وقت کر رہے ہیں
(یعنی المسلمین) ھکذا عنی حتی اریکم الجلاء	اظہار نفرت کرتا ہوں مسلمانو دیکھو حملہ یوں کیا کرتے ہیں۔

یہ کہہ کر حملہ کیا ایک دشمن کی ضرب سے اُن کا پاؤں کٹ گیا وہی کٹا ہوا پاؤں لے کر اس زور سے مار کر اپنے
حریف کا کام تمام کر دیا خود بھی شہید ہو گئے۔ مسلمان ہٹتے ہٹتے جب اپنے خیموں سے بھی پیچھے ہٹ گئے
تو حضرت زید بن خطاب نے یہ کہہ کر اُن کو روکا۔

لا تحوز بعد الرحال واللہ لا اتکلم الیوم	خیموں سے ہٹ کر کہاں جاؤ گے واللہ آج میں اُس وقت تک
حتی انھزمھم او القی اللہ فاکلمہ بحجتی غضوا	کلام نہیں کروں گا کہ یا دشمن کو شکست دوں اور یا خدا کے سامنے
ابصارکم وعضوا علی اضراسکم واضربوا فی	پہنچکر اپنی معذرت پیش کروں۔ اے لوگو مضبوطی سے دانت کو دبا لیں
عدوکم وامضوا قدمًا۔ یا معشر المسلمین انتم	تھام لو اور دشمن پر جا پڑو۔ اور قدم بڑھاؤ۔ اور اے گروہ اہل اسلام کے

[۵] مجاعہ کفار کا سردار حضرت خالد کی قید میں تھا اُسکی آسایش کی نگرانی ام تمیم کے سپرد تھی حسن سلوک کا اثر تھا جو مجاعہ نے کہا۔

Marfat.com

حزب اللہ وھم احزاب الشیطان والعزۃ — تم خدا کی جمعیت ہو۔ تمہارے دشمن شیطانی لشکر۔ غلبہ خدا اس
للہ ولرسولہ ولاحزابہ۔ اردنی کما ارکم — کے رسول اور اس کے انصار کے واسطے ہے۔ میری مثال کی
فاصنعوا کما اصنع — پیروی کرو جو میں کرتا ہوں وہی تم بھی کرو۔

یہ کہہ کر شمشیر بکف کفار پر حملہ کیا اور شہادت سے سرخ رو ہوئے۔ حضرت ابو حذیفہ نے للکار کر کہا یا اہل القرآن زینوا القرآن بالفعال (اے قرآن والو قرآن کی زینت عمل سے بڑھاؤ) یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا اور شہید ہوئے حضرت زید بن خطاب کے بعد حضرت براء بن مالک (حضرت انس خادم رسول اللہ کے بھائی) آگے بڑھے اُن کی عادت عجیب تھی جب میدان جنگ کا عزم کرتے بدن پر لرزہ طاری ہوتا آدمی اُن کو دبا لیتے۔ جب یہ حالت گذر لیتی تو میدان جنگ میں آکر شیر کی طرح بپھرتے۔ اس روز بھی یہی ہوا مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اُن کو جوش آیا اور لرزہ سے فارغ ہو کر میدان میں ہچکر للکارے۔

این یا معشر المسلمین انا البراء بن مالک ھلم الی۔ — اے گروہ مسلمین۔ کدھر کا ارادہ کیا میں براء بن مالک ہوں میری طرف آؤ۔

ان ترغیبوں اور شہادتوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے میدان کی طرف پلٹ کر تازہ جوش کے ساتھ پھر حملہ کیا۔ اس حملے سے دشمن کے قدم ڈگمگا گئے اور اُس مقام تک ہٹ گیا جہاں مسیلمہ کا مشہور سردار محکم بن الطفیل اپنی قوم کو لئے کھڑا تھا۔ اُس نے للکار کر اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور مسلمانوں پر حملہ کیا۔ عین اسی حالت میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی شصت سے تیر قضا چھوٹا جس نے محکم کی گردن میں لگ کر کام تمام کر دیا۔ اس سے مسلمانوں کی ہمت اور زیادہ بڑھی اور زور سے حملہ کیا اور اعدا کو حدیقہ تک ہٹا لے گئے۔ یہ مقام چار دیواری سے محصور تھا اور اُسکے وسط میں مسیلمہ قلب لشکر میں قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں نے حدیقہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا حضرت براء بن مالک نے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر اندر پھینک دو۔ مگر کسی نے اس کی جرأت نہ کی۔ آخر اُنھوں نے قسم دلائی مجبور ہو کر لوگوں نے اُن کو اٹھا کر دیوار پر پہونچا دیا۔ وہ نیچے کودے اور جانبازی کر کے دروازہ کھول دیا دروازہ کھل جانے پر مسلمانوں نے حملہ پر حملہ کیا مگر مسیلمہ نے جگہ سے جنبش نہیں کی

Marfat.com

یہ دیکھ کر حضرت خالد نے اپنے لشکر کو دوسری ترتیب سے قایم کیا، اور حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ ہو کر اپنے اپنے نشان کے نیچے لڑے تاکہ ہم دیکھیں کہ ہماری کمزوری کس گروہ کی وجہ سے ہے۔ اس حکم پر ہر قبیلہ سمٹ کر اپنے نشان کے نیچے آگیا اور نہایت بے جگری کے ساتھ دوبارہ حملے شروع ہوئے، اب لڑائی اس قدر شدید ہوئی کہ پہلے معرکے گرد ہو گئے۔ سب سے زیادہ نقصان گروہ مہاجرین وانصار کو پہونچا۔ ان حملوں پر بھی مسیلمہ ثابت قدم رہا وہ وسط لشکر میں مرکز کارزار بنا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس حالت کو جانچا اور فیصلہ کیا کہ جب تک مُسیلمہ کا خاتمہ نہ ہوگا لڑائی ختم نہ ہوگی، یہ خیال کر کے خود صف سے نکلے اور حریف مُقابل طلب کیا۔ اُس شمشیر برہنہ کے سامنے جو آیا اُڑ گیا آخر صفوں کو چیرتے اور مُقابلہ کرنے والوں کو کاٹتے ہوئے مسیلمہ تک جا پہونچے اور اس سے گفتگو کر کے حملہ کیا۔ حضرت خالد کے حملے سے مُسیلمہ کے قدم ڈگمگائے اور اُس کے لشکر میں فی الجملہ تزلزل پیدا ہوا یہ دیکھ کر سپہ سالار اسلام نے للکار کر کہا مسلمانو ثابت قدم رہو، ایک مردانہ حملہ اور دشمن کو مار لیا۔ اس للکار پر جو حملہ حق پرستوں نے کیا وہ اتنا زبردست تھا کہ مُسیلمہ کا لشکر تاب نہ لا سکا قدم اُکھڑ گئے اور میدان سے بھاگنے لگا۔

جب اہل ارتداد کو ہزیمت ہوئی تو لوگوں نے مُسیلمہ سے کہا کہ آخر آسمانی مدد کے وعدوں کا کیا حشر ہوا اُس نے جواب دیا کہ اپنا ننگ و ناموس بچانا ہو تو بچا لو۔[1] اسی حالت میں وحشی[2] (قاتل حضرت حمزہؓ) نے اپنا حربہ پھینک کر مُسیلمہ کے مارا جس کے صدمے سے وہ گرا۔ گرا تو ایک انصاری نوجوان نے سر کاٹ لیا۔ دشمن کی فوج میں شور پڑ گیا کہ مُسیلمہ کو ایک حبشی نے مار ڈالا۔ یہ سنکر اہل باطل کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے اور بے تحاشا بھاگے۔ لشکر اسلام مظفر و منصور ہوا۔ مُورخ طبری نے لکھا ہے کہ حدیقہ کے قرب وجوار میں دس ہزار مرتد مارے گئے اس لئے اُس کا نام "حدیقۃ الموت"

---

[1] مُسیلمہ کے باطل پرست ہونے کی یہ بیّن دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ ننگ ناموس کی عزت دلا کر فوج کو ڈراتا تھا۔ اگر حق پرست ہوتا تو حق ہی کا واسطہ دیتا۔ [2] وحشی کا وطن حبش تھا۔

مشہور ہے مسیلمہ کے قتل کی خبر سُن کر حضرت خالدؓ اُس مقام پر آئے جہاں وہ مارا گیا تھا اور لاش تلاش کی مجاعہ پا بجولاں ساتھ تھا اُس نے پہچان کر بتائی۔ کوتہ قد زرد رُو لانبی ناک کا آدمی تھا۔ اس معرکہ میں مدینہ کے مہاجرین و انصار تین سو اور بیرون مدینہ کے تین سو شہید ہوئے باقی مسلمان انکے علاوہ۔ بعد فتح حضرت خالدؓ نے مدینہ کو مژدۂ فتح بھیجا قاصد کے ساتھ بنی حنیفہ کا وفد بھی تھا۔ جب یہ وفد مدینہ پہونچا تو حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا افسوس تمھارے حال پر تم کس وبال میں مبتلا ہو گئے۔ شرمندگی سے جواب دیا آپنے جو کچھ سُنا سب سچ ہے۔ پوچھا آخر اُس کی تعلیم کیا تھی۔ کہا اُس کی وحی کا نمونہ یہ ہے۔

یا ضفدع نقی نقی لا الشارب تمنعین ولا الما	اے مینڈک تو پاک ہے پاک نہ پانی پینے والوں کو روکتا ہے
تکدرین۔ لنا نصف الارض ولقریش	نہ پانی کو گدلا کرتا ہے۔ آدھا ملک ہمارا اور آدھا قریش کا،
نصف ولکن قریشا قوم یعتدون	لیکن قریش تو ظالم قوم ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے یہ کلام بلاغت نظام سُن کر کہا۔

سبحان اللہ ویحکم أهذا الکلام ما خرج من الٍ ولا برٍ فاین یذھب بکم	سبحان اللہ تمھارے حال پر افسوس، کیا یہی کلام آلہی ہے۔ یہ کلام تو شان ربانی نہیں رکھتا۔ تم کو کہاں کھینچ لے گیا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے اسی طرح ہر موقع پر جاں بازی کے جوہر دکھائے نتیجہ یہ ہوا کہ باستثنار بعض خفیف مہموں کے اہل ردہ کے تمام معرکے ۱۱ھ میں ختم ہو گئے اور ۹ مہینہ کے قلیل عرصہ میں وہ سیلاب فرو ہو گیا جو نواح مدینہ سے لے کر بحرین و عمان تک پھیلا ہوا تھا۔ فجزی اللہ ابابکر وجنودہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

مہم عراق طوفان ارتداد کے فرو ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فوراً اپنی توجہ ان دو زبردست دشمنوں کی جانب مائل کی جو مسلمانوں کو گھیرے ہوئے اسلام کی تباہی کی فکر میں تھے یعنی رُوم و فارس۔ خلیفۂ رسول اللہ کو کس قدر اہتمام ان مہموں کا تھا واقعۂ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں جبکہ حضرت صدیقؓ مذکورہ بالا مہموں کے انتظام میں مصروف تھے۔ ایک صحابی نے اپنے قبیلہ کا کوئی معا

پیش کرنا چاہا۔ غصہ ہو کر جواب دیا کہ میں تو اُن دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی جانب مائل کرتے ہو سنہ ۶ھ کے آغاز میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے مراسلے سلاطینِ عالم کے نام جاری فرمائے تو ایک مراسلہ خسرو پرویز پادشاہ ایران کے پاس بھی روانہ فرمایا۔ قاصد حضرت عبد اللہ بن حذافہ تھے۔ نامہ شریف حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس
سلام علی من اتبع الھدی وآمن
باللہ ورسولہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ و
رسولہ وادعوک بدعاء اللہ فانی رسول
اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا
ویحق القول علی الکافرین فاسلم تسلم
فان ابیت فان اثم المجوس علیک

شروع خدا کے نام سے بڑا مہربان بخشنے والا ہے
محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بادشاہ فارس کے نام
اُسکو سلام جو سیدھی راہ پر چلے اور خدا اور اُسکے رسول پر ایمان لا
اور میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوا خدا کے
نہیں ہے وہ یگانہ ہے کوئی اُسکا شریک نہیں اور محمد اُسکا عبد
رسول ہے اور میں تجھ کو خدا کا فرمان پہنچاتا ہوں اسلئے کہ
میں تمام انسانوں کے پاس اُسکا ایلچی ہو کر آیا ہوں۔ میری
رسالت کا مقصود یہ ہے کہ جن کے دل زندہ ہیں اُن کو خدا سے
ڈراؤں اور جو انکار پر قائم رہیں اُن پر حجت الٰہی تمام ہو تو اسلام
لے آ سلامت رہیگا اگر انکار کریگا مجوس کا گناہ تیری گردن پر رہیگا

خسرو نے فرمانِ مبارک پڑھ کر پارہ پارہ کر دیا اور باذان صوبہ دار یمن کو لکھا کہ دو دلیر آدمی بھیجو تاکہ حجاز میں جو شخص ہے اُس کو پکڑ کر یہاں لے آئیں۔ باذان نے اپنے قہرمان بابویہ کو (جو اُس کا منشی اور فارسی خط کتابت میں ماہر تھا) اور خرخرہ نامی ایرانی کو مدینہ بھیجا۔ اور ایک تحریر آپکے نام اس مضمون کی بھیجی کہ ان دو آدمیوں کے ساتھ خسرو کے پاس چلے آؤ۔ قاصد براہ طائف مدینہ پہنچے۔ عرب میں اس سفارت کی بڑی شہرت ہوئی اور قریش اس خیال سے بہت خوش ہوئے کہ اب شہنشاہ ایران کی بدولت مسلمانوں کی مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر

Marfat.com

بابویہ نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔

"شاہنشاہ مالک الملوک کسریٰ کا شاہ یمن کو یہ حکم ہو کہ تم کو اُس کے پاس بھیجدے۔ میں بادشاہ یمن کا فرستادہ ہوں اگر تم میرے ساتھ چلوگے تو شاہ یمن تمھاری سفارش شاہنشاہ کے دربار میں کریگا جس سے تم کو نفع پہونچیگا، اگر چلنے سے انکار کروگے تو تم شاہ یمن کو جانتے ہو وہ تم کو اور تمھارے ملک کو برباد کردیگا"

ان قاصدوں کی داڑھی منڈی ہوئی تھی مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے چہرے کی طرف بہ نگاہ نفرت دیکھا اور فرمایا افسوس تم پر تم نے یہ صورت کس کے حکم سے بنائی ہے۔ جواب دیا کہ اپنے پروردگار کسریٰ کے حکم سے۔ آپنے فرمایا مگر میرے پروردگار کا مجھ کو یہ حکم ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤں مونچھیں تراشوں۔ اچھا اب ٹھہرو کل میرے پاس آنا۔ دوسرے روز طلب کر کے فرمایا کہ تمھارے کسریٰ کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے فلاں شب قتل کر دیا، جاؤ اور اپنے آقا کو خبر دو۔ اور کہدو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب ملک کسریٰ میں پہونچتی ہے اور دنیا کے کناروں پر جاکر ٹھہرے گی۔ یہ بھی کہدینا کہ اگر تم اسلام لے آؤگے تو تمھارا ملک تمھارا تخت چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اپنی قوم پر حاکم رہوگے۔ یہ فرماکر خرخرہ کو ایک طلائی پیٹی (جو کسی بادشاہ نے بطور تحفہ آپکی خدمت میں بھیجی تھی) عطا فرمائی اور رخصت کر دیا۔ باذان نے جب کلام مبارک سُنا تو کہا خدا کی قسم یہ بادشاہوں کا سا کلام نہیں ہے اس کا قایل نبی معلوم ہوتا ہے چند روز کے بعد خسرو کے قتل اور شیرویہ کے تخت نشینی کی خبر باضابطہ یمن میں آگئی۔ شیرویہ نے یہ بھی لکھا کہ نبی عربی سے کچھ مزاحمت نہ کی جائے، آخر عہد نبوت میں باذان نے اسلام قبول کرلیا۔ اور جو ایرانی یمن میں تھے وہ بھی مسلمان ہوگئے خسرو پرویز کے قتل کے بعد ایران میں خانہ جنگی و بدنظمی کا دور دورہ رہا۔ چند ہی سال کے عرصے میں بارہ تیرہ بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ جن میں بعض عورتیں بھی تھیں۔ اس تغیر و تبدل سے بدامنی و فساد کا دائرہ وسیع ہوگیا تھا۔ خلافت صدیقی میں ایران کی طرف سے حاکم عراق ہرمز تھا جسکو عربوں سے سخت عداوت تھی اور ہمیشہ برسر پرخاش رہتا، اہل عرب بھی اُس سے نفرت کرتے

Marfat.com

تھے یہاں تک کہ اُس کی سختی اور شرارت ضرب المثل ہوگئی تھی۔ "اکفر من ہرمز واخبث من ہرمز"۔

اہل ایران کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی فکر حضرت ابوبکر کو ابتدا سے تھی لیکن کچھ روز ارتداد کے انسداد کی وجہ سے مُہلت نہ ملی۔ اسی عرصے میں حضرت مُثنّیٰ عراق سے مدینہ آئے اور حضرت صدیق سے کہا کہ اگر آپ مجھ کو میرے قبیلے کی امارت پر مقرر کردیں تو میں مسلمانوں کو اُن اہل ایران کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہوں جو میری سرحد پر ہیں۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور حضرت مُثنّیٰ نے عراق واپس جاکر ایرانیوں سے آویزش شروع کی۔ اس طرح ایک حد تک اُدھر کی بے اعتدالیوں کا سدّباب ہوگیا آخر کار اہل ارتداد کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا۔ یمامہ کی مُہم سر ہوئی مُسیلمہ کام آیا حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو طلب کرکے دس ہزار فوج کے ساتھ اہل فارس کے مقابلے پر مقرر کیا۔ علاوہ اس لشکر کے آٹھ ہزار سپاہ حضرت مُثنّیٰ وغیرہ اُن چار سرداروں کے پاس اور تھی جو پہلے سے مامور تھے، اس طرح جملہ اٹھارہ ہزار فوج مُہم عراق پر متعین ہوئی۔ حضرت خالد کو یہ ہدایت تھی کہ عراق کے نشیبی حصّے سے بڑھ کر اوّل اُبلّہ پر حملہ کریں یہ مقام اُس موقع کے متصل تھا جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ اُس زمانے میں ہندوستان کا وہی بندر تھا اور اُس کے ذریعہ سے ہرمز سمندر میں ہندوؤں کے ساتھ لڑتا رہتا تھا، دوسرے لشکر کو حکم تھا کہ عراق کے بالائی حصّے سے حملہ آور ہو۔ اور دونوں لشکر فتح کرتے ہوئے حیرہ[۱] پر آکر ملجائیں اور شہر مذکور پر متفقہ حملہ کریں۔ جو سردار لشکر وہاں اوّل پہنچے وہی تمام فوج کا امیر ہوگا۔ جب حیرہ فتح ہوجائے تو ایک حصّہ لشکر وہاں قیام کرکے عقب کی حفاظت کرے۔ دوسرا حصّہ خدا اور مسلمانوں کے دشمن اہل فارس کے دارالسلطنت مدائن پر بڑھے۔ حضرت خالد کو یہ بھی ہدایت تھی کہ زراعت پیشہ رعایا کو پریشان نہ ہونے دیں۔ امن کے ساتھ بدستور اراضی پر قابض رکھیں اور کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچائیں مقابلہ صرف اُن لوگوں سے کیا جائے جو میدان میں آکر لڑیں۔ اس ہدایت کا تمام مہمات عراق میں پورا لحاظ رکھا گیا۔ ٭٭

---

[۱] حیرہ کوفے سے تین منزل تھا۔ خورنق عمارت مشہور اسی شہر میں تھی۔

Marfat.com

حضرت خالد کی مہم محرم سنہ ۱۲ ہجری میں روانہ ہوئی۔ حسب ہدایت اول اُبلہ کی جانب رُخ کیا یہ بندر ایران کے تمام بندرگاہوں سے زیادہ پُرشوکت اور مستحکم تھا۔ ہرمز سلطنت فارس کے اول درجہ کے اُمرا میں تھا جس کی علامت یہ تھی کہ لاکھ روپئے کی قیمت کا تاج پہنتا تھا۔ لڑائی سے پہلے حسب ذیل خط ہرمز کے نام بھیجا گیا۔

اما بعد اسلم تسلم او اعتقد لنفسک و قومک الذمۃ و اقرر بالجزیۃ و الا فلا تلومن الا نفسک فقد جئتک بقوم یحبون الموت کما تحبون الحیٰوۃ۔

بعد حمد و ثنا اسلام لے آؤ سلامت رہو۔ ورنہ اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے جزیہ کا اقرار کر کے مسلمانوں کی پناہ میں آجاؤ یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا ہی قصور ہے۔ میں وہ آدمی لے کر آیا ہوں جنکو موت ایسی پیاری ہے جیسے تم کو زندگی۔

ہرمز نے یہ خط پڑھ کسریٰ اور ولی عہد کو اطلاع کی اور فراہمی لشکر کا اہتمام شروع کیا۔ چند ہی روز میں نہایت سرعت کے ساتھ "اُڑان کپو" (سرخان اصحابہ) لے کر حضرت خالد کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ اول کو اظم پہونچا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان حفیر میں ہیں وہاں پہونچا تو سپہ سالار اسلام نے لشکر کا ظمہ میں لا ڈالا ہرمز کو کاظمہ آنا پڑا۔ اس تگ و دو میں ایرانی لشکر خوب خستہ ہوگیا۔ کاظمہ کے پڑاو پر آتش پرست فوج پانی کے کنارے مقیم ہوئی۔ مجوسیوں نے بھاگنے کے خوف سے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا۔ حضرت خالد ہرمز کی آمد کی خبر سُن کر مقابلے پر آئے لشکر اسلام کے اُترنے کے واسطے وہ جگہ باقی تھی جہاں پانی نہ تھا۔ مسلمانوں کو تامل ہوا تو حضرت خالد نے منادی کرادی کہ یہیں اُترو اور لڑکر پانی پر قبضہ کر لو۔

فلعمری لیصیرن الماء لاصبر الفریقین و اکرم الجالدین

میری جان کی قسم پانی اُس کا ہے جو دونوں حریفوں میں زیادہ ثابت قدم اور جواں مرد ثابت ہو۔

یہ سُن کر مسلمانوں نے وہیں پر سامان اُتار دیا۔ اُدہر سامان اُتارا تھا کہ اِدہر حضرت خالد نے حملہ کا حکم دیا میدان کارزار گرم ہونے پر ہرمز نے دھوکے سے چند آدمی کمین گاہ میں چھپا کر حضرت خالد کو اپنے مقابلے پر طلب کیا۔ یہ جیسے پہونچے ویسے ہی آدمیوں نے یکلخت وار کیا۔ حضرت خالد نے اُن کا وار خالی دیا،

Marfat.com

اور دلیرانہ ہرمز پر حملہ کرکے کام تمام کردیا۔ ہرمز کے قتل کے بعد معرکہ جنگ میں اور زیادہ شدت ہوئی۔ بہت سے کشت وخون کے بعد ایران کے لشکر نے ہزیمت پائی مسلمان مظفر ومنصور ہوئے۔ رات تک مفرورین کا تعاقب ہوتا رہا۔ زنجیریں میدان میں سے فراہم کی گئیں تو ایک شتر بار (تخمیناً ۱۰ من) نکلیں اسی وجہ سے اس معرکہ کا نام ذات السلاسل ہے۔ مدینہ مژدہ فتح پہونچا تو حضرت ابوبکر نے ہرمز کا تاج حضرت خالد کو عطا فرمایا۔ اسلام کا مسئلہ ہے کہ خاص خاص معرکہائے جنگ میں جو مسلمان اپنے حریف کو قتل کرے اُس کے بدن کا سامان وہی لے۔ مال غنیمت کے ساتھ ایک ہاتھی بھی مدینہ آیا اور خلیفہ کے حکم سے شہر میں پھرایا گیا۔ بڑھیاں دیکھتیں اور حیرت سے کہتیں :۔

امن خلق اللّٰہ ماتری — کیا جو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہے خدا کی مخلوق ہے۔

گشت کے بعد عراق کو واپس بھیجا گیا۔ حفیر کی جنگ کے بعد مذار کا معرکہ پیش آیا۔ یہ واقعہ پہلے سے زیادہ شدید تھا۔ کسریٰ کے حکم سے تازہ دم فوجیں مدائن سے آکر اس مہم میں شریک ہوئی تھیں فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اسی لڑائی میں خواجہ حسن بصری کے والد حبیب گرفتار ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یکے بعد دیگرے ولجہ۔ الیس۔ یوم المقر۔ حیرہ عین التمر۔ دومۃ الجندل۔ انبار حصید۔ مضیح۔ ثنی۔ زمیل۔ فراض۔ کے معرکے پیش رو سے زیادہ سخت تھے۔ عراق چونکہ سلطنت فارس کا مستقر تھا اور مدائن دار السلطنت اسی صوبہ میں (قریب بغداد) واقع۔ اس لئے اہل فارس نے نہایت جاں بازی ودلیری سے مقابلے کئے لیکن حضرت خالد سیف اللہ کی شمشیر براں کے سامنے ہر جگہ سر جھکانا پڑا۔ سپہ سالار اسلام نے اس سرعت وجلادت سے حملے کئے کہ دشمن کو دم لینے کی مہلت نہ ملی۔ اور چند ہی روز میں میدان صاف ہوگیا۔ مورخ طبری نے حضرت خالد کی نسبت لکھا ہے

وکان قلیل الصبر اذا رآہ او سمع بہ — یعنی جب وہ موقع جنگ دیکھتے یا لڑائی کی خبر سنتے تو پھر صبر نہ ہوتا۔

حیرت یہ ہے کہ باوجود اس قدر مہمات سر کرنے کے اسی قلیل زمانے میں اُنھوں نے ملکی انتظامات بھی کئے۔ عمال مقرر کئے۔ وصول خراج کا بندوبست کیا۔ کاشتکاروں اور زمینداروں کو امن دیکر لگان کے معاہدے کئے۔ ایرانیوں نے شروع میں ان فتوحات کو عرب کی معمولی لوٹ مار خیال کیا تھا،

لیکن جب مسلمانوں کا عزم اور انصاف اور برتاؤ کی خوبی دیکھی تو اپنے اپنے گھروں میں باطمینان واپس آگئے ہر پرگنہ اور علاقہ کے باشندوں نے اپنے قایم مقام بھیجکر جزیئے کے معاہدے کئے اور معاہدے کے بعد پورے اطمینان کیساتھ کاروبار میں مصروف ہوگئے۔

حضرت خالد کے دو فرمان یہاں نقل کئے جاتے ہیں جن سے اُس منصفانہ طرز عمل کا پتہ لگتا ہے جو مسلمانوں نے عراق میں اختیار کیا تھا۔

نقل فرمان بنام صلوبا السوادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من خالد بن الولید لابن صلوبا السوادی ومنزلہ بشاطی الفرات انک آمن بامان اللہ علی حقن دمک باعطاء الجزیۃ وقد اعطیت عن نفسک وعن اہل خرجک وعن جزیرتک ومن کان فی قریتک بانقیا دو بارو سماء الف درہم فقبلتہا منک ورضی من معی من المسلمین بہا منک ولک ذمۃ اللہ وذمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وذمۃ المسلمین علی ذلک وشہد ہشام بن الولید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خالد بن ولید کی جانب سے بنام صلوبا السوادی ساکن کنارۂ فرات۔ تو اللہ کی پناہ میں ہے۔ قبول جزیے کے بعد تیری جان بخشی گئی۔ تو نے اپنی ذات اپنی رعایا اپنے جزیرے اور بانقیا اور بارو سما کی جانب سے ایک ہزار درہم جزیہ دیا، میں نے اُس کو قبول کیا۔ اور مسلمان میرے ساتھ ہیں اُنھوں نے اتفاق کیا۔ اُس کے عوض میں تو اللہ کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی پناہ میں آگیا ہشام بن ولید گواہ ہوا۔

اہل حیرہ کے نام معاہدہ ربیع الاول سنہ ۱۲ ہجری میں لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہذا ما عاہد علیہ خالد بن الولید عدیا وعمروا ابنی عدی وعمرو بن عبد المسیح وایاس بن قبیصۃ وخیری بن اکال وہم نقباء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی اور عمر پسران عدی اور عمرو بن عبد المسیح اور ایاس بن قبیصہ کے ساتھ کیا یہ لوگ اہل حیرہ کے مقبولہ و مقرر کردہ قائم

Marfat.com

اھل الحیرۃ ورضی بذالک اھل الحیرۃ	مقام ہیں یہ قرارداد ہے کہ ہر سال ایک لاکھ نوّے ہزار
وامرھم بہ عاھدھم علی تسعین وماتہ	درہم بطور جزیہ وہ لوگ ادا کرینگے جو دنیاوی مقدرت
الف درھم تقبل فی کل سنۃ جزءً	رکھتے ہوں اور رہبان اور قسیس گروہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو
عن ایدیھم فی الدنیا رھبانھم وقسیسیھم الا	مفلس ہوں دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں۔ بنا و معاہدہ
من کان منھم علی غیر ذی ید حبیسا عن الدنیا	حفاظت ہے اگر میں خالد بن الولید ان کی حفاظت کروں
تارکا لھا و علی المنعۃ فان لم یمنعھم فلا شی	جزیہ کا کوئی جزو واجب نہ ہوگا اور وہ (اہل حیرہ)
علیھم حتی یمنعھم وان غدروا بفعل	قولاً یا فعلاً بدعہدی کریں تو ہماری پناہ سے
او بقول فالذمۃ منھم بریئۃ۔	نکل جائیں گے۔

حضرت خالد نے فوجی اور ملکی انتظام کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا تھا۔ فوجی افسر جدا تھے، اور ملکی جدا۔ چنانچہ اوّل ہی لڑائی کے بعد جس میں ہرمز کام آیا فوج کا سردار حضرت سعید بن نعمان اور ملکی حاکم سوید بن مقرن مقرر کیے گئے۔ سوید کو ہدایت کی گئی کہ اپنے ماتحت عمال وصول خراج کے واسطے مفصلات میں متعین کریں جن پرگنوں کے باشندے مقابلے پر نہیں آئے ان سے کچھ مزاحمت نہیں کی گئی اور آشتی کے ساتھ لگان کا بندوبست کر لیا گیا۔ بالقیا۔ باردسمار وغیرہ اسی سلسلے میں تھے۔ حیرہ اور ابلہ خراج کے صدر مقام تھے جو اس وقت کی اصطلاح میں سواد کہلاتے تھے سواد حیرہ کے ماتحت حسب ذیل پرگنے اور عامل خراج تھے۔

نام پرگنہ	نام عامل
فلالیج (بلندی عراق)	عبداللہ ابن رثیمہ
بالقیا و باردسمار	جریر بن عبداللہ
نہرین	بشیر بن خصاصہ
رودمستان	اط بن ابی اط

سواد ابلہ کے حاکم مال سوید بن مقرن کے نائب حسب ذیل عمال تھے۔

Marfat.com

حلہ حبطی | حصین بن ابی الحر | ربیعہ بن عسل

خوبی انتظام کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ پچاس دن کے اندر حصہ مقبوضہ کا مقررہ خراج وصول ہو کر داخل خزانہ ہو گیا۔ اس روپیہ سے مسلمانوں کو آئندہ مہمات میں بہت مدد ملی۔ حضرت خالد کا اصول عمل یہ تھا کہ جہاں پہونچتے تھے اول تبلیغ اسلام کرتے تھے بصورت عدم قبول جزیہ طلب کرتے تھے اس سے بھی انکار ہوتا تو اعلان جنگ کیا جاتا۔ چنانچہ حیرہ کے معرکے سے پہلے جب اشراف اہل فارس بہ سرگروہی قبیصہ بن ایاس نائب کسریٰ حضرت خالد کے پاس آئے تو انھوں نے کہا۔

ادعوکم الی الاسلام فان اجبتم فانتم من المسلمین لکم ما لھم وعلیکم ما علیھم فان ابیتم فالجزیۃ فان ابیتم فقد اتیتکم باقوام ھم احرص علی الموت منکم علی الحیوۃ

یعنی میں تم کو اسلام کی جانب بلاتا ہوں اگر تم قبول اسلام کرو گے تو تم مسلمانوں کا جزو ہو جاؤ گے تمھارے وہی حقوق ہونگے جو ہمارے ہیں اور وہی ذمہ داریاں ہونگی جو ہم پر ہیں اس سے انکار ہو تو جزیہ دو یہ بھی منظور نہیں تو سمجھ لو کہ تمھارے مقابلہ کیلئے ایسے لوگوں کی فوجیں لیکر آیا ہوں جو موت پر ایسی ہی جان دیتے ہیں جیسے تم زندگی پر بلکہ اس سے زیادہ

جزیہ کی مقدار معاہدہ حیرہ میں فی کس چار درہم تھی (یعنی ایک روپیہ) راہب تارک الدنیا اور مفلس مستثنیٰ تھے۔ جزیہ کے عوض میں مسلمانوں کی جانب سے حفاظت کا عہد ہوتا تھا ہر معاہدہ جزیہ میں یہ تصریح ہوتی تھی کہ اگر ہم تمھاری حفاظت نہ کر سکینگے تو جزیہ بھی نہ لینگے، ان معرکوں میں کسقدر احتیاط کیجاتی تھی اور حضرت ابوبکر چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھی کس درجہ خبردار رہتے تھے حسب ذیل واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ مضیح کی لڑائی میں جب مسلمانوں نے شب خون مارا تو دو مسلمان بھی جو دشمنوں میں رہتے تھے کام آئے۔ ایک عبد العزیٰ جن کا اسلامی نام عبد اللہ تھا دوسرے لبید۔ شب خون کے وقت جو اشعار عبد اللہ کی زبان پر تھے اُن میں یہ مصرع بھی تھا۔ ع

سبحانک اللھم رب محمد

حضرت ابوبکر نے یہ ماجرا سُنا تو دونوں کا خونبہا ورثا کو ادا کیا اور حکم دیا کہ اُن کے پس ماندوں کے

بسا تھ حسن سلوک اختیار کیا جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا:۔

اما ان ذالک لیس علی اذ نازلا اہل الحرب — اس کی ذمہ داری میرے سر نہیں ہے جب کہ وہ دارالحرب میں قیام پذیر تھے۔

فتح حیرہ کے بعد حضرت خالد نے حیرہ کو اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ وہیں سے ہر طرف انتظام کیواسطے آتے جاتے تھے۔ السیب سرحدی مقام تھا سرحد کی حفاظت پر کار آزمودہ جوانمرد مامور تھے مثلاً حضرت ضرار بن ازور حضرت ضرار بن الخطاب۔ مثنی ابن حارثہ۔

خلافت کے احکام فتح عراق کی بابت یہ تھے کہ جب حیرہ پر نشیبی و بالائی دونوں لشکر اسلام جمع ہو جائیں تو ایک امیر عسکر حیرہ میں قیام کرے دوسرا مدائن دارالسلطنت پر بڑھے۔ حضرت خالد اپنے مفوضہ مہمات طے کر کے حیرہ پہنچ گئے لیکن حضرت عیاض اس سرعت سے ختم نہ کر سکے، اور حسب ارشاد خلافت حضرت خالد کو اُن کی مدد کے واسطے بمقام دومۃ الجندل جانا پڑا۔ اسی سلسلے میں حضرت خالد کربلا کی چھاؤنی تک گئے۔ اُس وقت مسلمانوں کی آویزش کا سلسلہ کنارۂ دجلہ تک پہنچ چکا تھا۔ مثنی ابن حارثہ خود مدائن کے بعض مورچوں پر سرگرم قتال تھے۔ حضرت خالد نے چند روز کربلا میں قیام کیا، وہاں اُس زمانے میں مکھیوں کی بہت کثرت تھی۔ عبداللہ بن وشیمہ نے شکایت کی تو حضرت خالد نے جواب دیا صبر کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ جن چھاؤنیوں کا خالی کرنا عیاض کے سپرد تھا اُن کو فتح کر کے عربوں کو قابض کر دوں تاکہ مسلمانوں کا عقب محفوظ ہو جائے، اور آمد و رفت کا سلسلہ بے خدشہ جاری رہے۔ یہی حکم خلیفہ کا ہے اور خلیفہ کی رائے ایک جماعت کی رائے کے برابر قوی ہے۔

"و دایہ یعدل بجدہ الامۃ"

رمضان المبارک میں دومۃ الجندل وغیرہ کے معرکے سر کر کے حضرت خالد فراض جا پہونچے جہاں فارس۔ شام اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اسی موقع پر عید کی نماز ادا کی۔ مسلمانوں کا اجتماع فراض پر دیکھ کر رومیوں کو جوش اور غصہ آیا اور اُنھوں نے فارس کی چھاؤنیوں کے کفار عرب کے

Marfat.com

قبائل تغلب آباد۔ نمر سے مدد لے کر مسلمانوں کے مقابلے کا تہیہ کیا۔ تغلب وغیرہ سرحد روم پر آباد تھے اور اُن میں مسلمانوں کے خلاف جوش موج زن تھا، اس طرح رومی، اہل فارس، اور عرب متفق ہو کر مسلمانوں پر بڑھے۔ فرات کے کناروں پر دونوں فوجیں جمع ہوئیں۔ رومیوں نے حضرت خالد سے دریافت کیا کہ تم ادھر آؤ گے یا ہم اُدھر آئیں اُنھوں نے جواب دیا کہ تم آؤ۔ رومیوں نے کہا بہتر لیکن جس موقع پر تم ہو وہاں سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دریا کو عبور کر سکیں۔ حضرت خالد نے اس سے انکار کیا۔ انکار سُنکر رومیوں نے اور ایرانیوں نے مشورہ کیا کہ خالد اپنی بات سے ہٹنے والا نہیں۔ خود ہم کو دوسرے گھاٹ سے عبور کر کے مقابلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ مخالف لشکر نے دریا اُتر کر نہایت جوانمردی و عزم کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ بعد فتح لشکر اسلام نے تعاقب کیا اور کثرت سے دشمن کام آئے۔ کامیابی کے بعد حضرت خالد دس روز فراض میں مقیم رہے۔ اور ضروری انتظام کر کے پانچویں ذی قعدہ کو حیرہ کی واپسی کا حکم دیا۔ عاصم کو ہدایت کی کہ لشکر لے کر چلیں۔ شجرہ بن الاغر ساقہ پر تھے۔ خود حضرت خالد نے اپنا قیام ساقہ میں رکھا جب لشکر آگے بڑھا تو حضرت خالد چند آدمیوں کو لے کر علیحدہ ہو گئے اور غیر معروف راستہ سے مکہ پہونچکر حج کیا۔ یہ سفر اس تیزی سے طے کیا کہ لشکر کے اخیر حصہ کے ساتھ حیرہ میں داخل ہو گئے۔ واپس آئے تو فرمان خلافت ملا جس میں اس جسارت پر کہ لشکر سے علیحدہ ہو کر حج ادا کیا تنبیہ تھی اور آیندہ احتیاط کی ہدایت اس طرح حضرت خالد نے ۱۲ھ کے اختتام سے پہلے تجویز شدہ مہم عراق کی تکمیل کر دی۔

حج ذی حجہ ۱۲ھ ہجری میں حضرت ابوبکر نے حج کیا۔ اُنکی غیبت کے زمانے میں حضرت عثمان بن عفان مدینہ میں نائب رہے۔

شام ۱۳ھ ملک شام اُس عہد میں سلطنت روم میں شامل تھا۔ عراق کی طرح سلطنت روم کی عربی سرحد پر بھی قبائل عرب آباد تھے جو اہل حجاز کے ساتھ گوناگوں تعلقات رکھتے تھے ہجرت کے بعد جب نواح مدینہ کے یہود عرب مسلمانوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر اُٹھے اور دائرہ خصومت وسیع ہوا تو اُس کا اثر سرحد روم تک پہونچا اور اُس طرف سے بھی کاوش و آویزش شروع ہوئی ۸ھ

Marfat.com

کے وسط میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلے پر روانہ فرمائی جو سیرت میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس مُہم کا جس فوج گراں سے مقابلہ ہوگیا اس میں خود ہرقل روم عربوں کی ایک جماعتِ کثیر کے ساتھ موجود تھا اسی غزوہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے رضی اللہ عنہما۔ رجب سنہ ۹ ہجری میں خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر کے ساتھ تبوک تشریف لے گئے اس مہم کا مقصود بھی ہرقل کے حملہ کا روکنا تھا۔ جیش اُسامہ کی روانگی بھی رومیوں کے مقابلے پر ہوئی تھی۔ ابھی ابھی سُن چکے ہو کہ مہم عراق کے دوران میں کس طرح رومی از خود میدان میں دَر آئے۔ ان ہی وجوہ سے آغاز خلافت سے حضرت صدیق اکبر کی نگاہ جن دشمنوں پر لڑ رہی تھی اُن میں ایک ہرقل روم بھی تھا۔ مُہم عراق کی کامیابی کے بعد سفر حج سے واپس آکر حضرت ابوبکر نے مُہم شام کا اہتمام کیا۔ سب سے اول حضرت خالد بن سعید کو ایک حصۂ فوج کیساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ بمقام تیمار پہونچکر قیام کریں اور تا حکم ثانی آگے نہ بڑھیں۔ خود حملہ نہ کریں اُدھر سے حملہ ہو تو دفع کریں۔ جو مسلمان قبائل تیمار کے نواح میں ہوں اُن کو شرکت کی ترغیب دیں لیکن یہ شرط تھی کہ جو لوگ ارتداد کا داغ کھا چکے ہوں وہ شامل نہ کئے جائیں حضرت خالد بن سعید نے بموجب حکم تیمار پہونچکر پڑاؤ کیا۔ قبائل کا لشکر عظیم اُن کے نشان کے نیچے جمع ہوگیا۔ ہرقل کو جب اس فوج گراں کی خبر پہونچی تو اُس نے بھی تیاریاں شروع کیں اور عرب کے مقابلے کے لئے عرب انتخاب کئے۔ قبائل لخم غسان جذام وغیرہ جو شام کی سرحد پر آباد تھے حضرت خالد بن سعید کے مقابلے کے واسطے تیمار سے تین منزل کے فاصلے پر فراہم ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع کی گئی۔ حکم آیا۔

اقدم ولا تحجم و استنصر اللہ — آگے بڑھو رکو مت خدا سے مدد مانگو

اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے حملہ کیا اور مخالفین کی جمعیت پریشان ہوگئی۔ شامیوں کی چھاؤنی پر حجازی لشکر کا قبضہ ہوگیا۔ اس کش مکش کا ایک مبارک نتیجہ یہ ہوا کہ جو قبائل مقابلے پر بڑھے تھے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس کی اطلاع بھی مدینہ گئی حکم ہوا اور آگے بڑھو لیکن اس احتیاط سے کہ عقب محفوظ رہے۔ حضرت خالد بن سعید نے قدم آگے بڑھایا اور زیرار دابل کے درمیان منزل

Marfat.com

کی یہاں باہان نامی ایک بطریق نے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ اس کی اطلاع کے ساتھ حضرت خالد بن سعید نے مزید مدد کی درخواست بھیجی اور اب حضرت صدیق نے پورے اہتمام کے ساتھ مہم کا انصرام فرمایا۔ اسی عرصے میں وہ لشکر جو یمن، عمان، بحرین، تہامہ وغیرہ مقامات میں اہل ارتداد سے لڑ رہے تھے کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔ حضرت عکرمہ ذوالکلاع حمیری (یمن کے شاہی خاندان حمیر کی یادگار) اسی جمعیت میں تھے۔ چار جدید فوجیں شام کو روانہ کی گئیں ایک کے امیر حضرت ابو عبیدہ تھے۔ دوسرے کے حضرت شرحبیل بن حسنہ، تیسری کے حضرت یزید بن ابوسفیان۔ چوتھی کے حضرت عمرو بن العاص۔ یہ افواج مختلف حصص شام پر مامور ہوئیں۔ حضرت عمرو بن العاص کو براہ معرفہ فلسطین پر بڑھنے کا حکم ملا۔ بقیہ تینوں لشکر مختلف سمتوں سے بلقاء (بلندی شام) کی جانب بڑھے۔ ہر امیر کے متعلق مختلف شہروں کی تسخیر تھی۔ مجموعی اصول یہ تھا کہ:۔

اعرف ان الروم ستشغلهم فاحب ان یصعد المصوب ویصوب المصعد لئلا یتواکلوا — میں جانتا ہوں کہ عنقریب رومی پوری قوت سے مسلمانوں کے مقابل ہونگے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ بلندی والے نشیب کی جانب اور نشیب والے بلندی کی طرف آجاسکیں اور ایک دوسرے کے محتاج نہ رہیں۔

مؤرخ طبری لکھتے ہیں:۔

فکان کما ظن — وہی ہوا جو حضرت ابوبکر کا خیال تھا۔

مسلمانوں کی ان چاروں فوجوں کی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن سعید کی جمعیت اس کے علاوہ۔ ہرقل کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے بڑے زور شور سے تیاریاں کیں۔ خود شام[1] پہنچکر حمص میں قیام کیا۔ یہ تجویز کی کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کا جدا جدا مقابلہ کیا جائے تاکہ ان کو اجتماع کا موقع نہ ملے۔ تذارق ہرقل کا حقیقی بھائی نوے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کے جرجہ بن توذرا قریبًا اسی قدر جمعیت کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کے ذراقص حضرت شرحبیل بن حسنہ کے اور فیقار بن

---

[1] شام کا وہ صوبہ جس کا صدر بیت المقدس تھا۔

نسطوس ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلے پر مامور ہوا تذارق کا مقدمۃ الجیش آگے بڑھ کر ثنیہ نامی مقام پر (جو فلسطین کا بلند حصہ تھا) خیمہ زن ہوا۔ مسلمانوں نے جب رومیوں کا ٹیڑی دل دیکھا تو گھبرائے اور حضرت عمرو بن العاص سے مشورہ طلب کیا۔ فوج کی زیادہ جمعیت انہی کے پاس تھی۔ جواب دیا۔

الرأی الاجتماع وذالك ان مثلنا اذا اجتمع لم یغلب من قلة واذا نحن تفرقنا لم یبق الرجل منا فی عدد یقرن فیه لاحد ممن استقبلنا واعد لنا لکل طائفة منا فالتعد والیرموک

رائے یہ ہے کہ سب مجتمع ہو جاؤ وجہ یہ کہ ہم سے آدمی جب جمع ہو جائیں تو محض قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے اور اگر ہم متفرق ہو گئے تو پھر ہم میں سے کسی کے پاس اسقدر جمعیت نہیں ہے گی کہ اپنے مقابل حریف کا مقابلہ کر سکے ہمارے ہر لشکر کے مقابلے کیواسطے الگ الگ فوج بھیجی گئی ہے۔ یرموک پر جمع ہو جاؤ۔

حضرت ابوبکر کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی مذکورہ بالا رائے پسند کی اور لکھا۔

اجتمعوا فتکونوا عسکرا واحدا والقوا زحوف المشرکین بزحف المسلمین فانکم اعوان الله والله ناصر من نصره وخاذل من کفره ولن یؤتی مثلکم من قلة وانما یؤتی العشرة آلاف والزیادة علی العشرة آلاف اذا اتو من تلقاء الذنوب فاحترسوا من الذنوب واجتمعوا بالیرموک متساندین ولیصل کل رجل باصحابه

سب جمع ہو کر ایک لشکر بنجاؤ اور مشرکوں کی صفیں مسلمانوں کی فوج سے الٹ دو اس کا یقین رکھو کہ تم اللہ کے مددگار ہو اور اللہ اپنے مددگار کو فتح دیتا ہے اور جو اس کا منکر ہو اسکو رسوا کرتا ہے تم سا گروہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا حقیقت حال یہ ہے کہ ہزاروں جمعیت اگر راہ معصیت اختیار کرے تو ہزیمت دی جاتی ہے لہذا واجب ہے کہ گناہوں سے خبردار رہو مقام یرموک میں اپنے اپنے نشان کے نیچے جمع ہو ہر امیر عسکر اپنے آدمیوں کیساتھ نماز ادا کرے۔

ہرقل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے بھی نقشہ مہم بدل دیا کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ پڑاو ایسے موقع پر کیا جائے جس کا سامنا کشادہ ہو اور عقب تنگ۔ تذارق امیر الامرا ہو۔ مقدمہ پر جرجہ اور دائیں بائیں بازو پر دراقص و باہان۔ اس کے ساتھ یہ خوشخبری بھی تھی کہ

باہان عنقریب اور تازہ دم فوج لے کر تمہارے پاس پہونچتا ہے۔ فرمان شاہی کے مطابق رومیوں کا لشکر واقوصہ نامی مقام پر اُترا۔ یہ مقام دریائے یرموک کے کنارے پر تھا۔ سامنے دریائے یرموک تھا۔ پشت پر ایک سیدھا اونچا پہاڑ یہ محفوظ جگہ اس لئے انتخاب کی گئی کہ رومیوں کے ہوش بجا ہوں مسلمانوں کا جو خوف طاری تھا وہ رفع ہو اور دل ٹھیریں۔ مسلمانوں نے اس موقع کا اندازہ کیا اور اپنا پڑاؤ چھوڑ کر رومیوں کے سامنے مورچہ جمایا۔ اس طرح رومی پشت اور پیش دونوں جانب سے محصور ہو گئے حضرت عمرو بن العاص نے یہ کیفیت دیکھ کر مسلمانوں سے کہا:۔

ایھا الناس ابشروا احصرت واللہ الروم وقل ماجاء محصور بخیر ۔

خوش ہو اے لوگو! قسم رب کی رومی محصور ہو گئے اور محصور فوج بہت کم فلاح پاتی ہے۔

مسلمان تین مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سامنے دریا حائل تھا پشت پر پہاڑ اس لئے مسلمان خود حملے سے مجبور تھے۔ رومی حملے سے دل چراتے تھے معمولی حملے کرتے تھے جو پسپا کر دئے جاتے۔ صفر کے مہینے میں اس اجتماع اور معرکہ کی کیفیت مدینہ پہونچی۔ حضرت خالد کے نام مراسلہ جاری ہوا کہ عراق کے معاملات مثنےٰ کے سپرد کر کے اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کر کے شام پہونچو۔ حضرت خالد نے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور اس سرعت سے یرموک پہونچے کہ اُنکے گھوڑے کے پاؤں بیکار ہو گئے۔ ربیع الآخر کے آخر میں یہ لشکر یرموک پہونچا۔ اُسی روز باہان رومیوں کی کمک لے کر پہونچا تھا۔ اس لشکر کے آگے آگے پادریوں کے مختلف طبقے شماسہ، راہب، قسیس وغیرہ تھے اور مسلمانوں کے مقابلے کی ترغیب دیتے جاتے تھے۔ مؤرخین نے رومیوں کی مجموعی فوج کی تعداد دو لاکھ لکھی ہے۔ حضرت خالد کی نو ہزار سپاہ اور بعض اور کمکوں کے شامل ہو جانے سے مسلمانوں کی جمعیت چھیالیس ہزار ہو گئی تھی۔ رومی باوجود اپنی کثرت اور حریف کی قلت کے حضرت خالد کے پہونچنے کے بعد بھی ایک مہینے تک خندق میں چھپے رہے۔ مذہبی پیشوا اُن کو اُبھارتے تھے نصرانیت کی تباہی کا ماتم کرتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر کار بہت سی کوششوں کے بعد آمادہ پیکار ہوئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر کا ہے اس طرح پانچ مہینے کے محاصرے کے بعد میدان میں نکلے۔ مسلمانوں کی مختلف فوجیں اپنے اپنے امیر کی زیر حکم

Marfat.com

تھیں۔ کل فوج پر کوئی سردار نہ تھا۔ جب رومیوں کے حملے کی اطلاع ہوئی تو اس طرف سے ارادہ ہوا کہ ہر حصۂ لشکر اپنے اپنے سردار کی ماتحتی میں مقابلہ کرے اس طرزِ جنگ کو عرب کی اصطلاح میں تساند کہتے تھے۔ حضرت خالد نے یہ حالت دیکھی تو تمام فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا اُس میں بیان کیا کہ آج کا دن ایک عظیم الشان دن ہے جو تاریخ میں یادگار رہیگا اپنے ذاتی شرف اور فخر کو علیحدہ رکھ کر صرف مرضی الٰہی کے واسطے کام کرنا چاہئے اور وہ طرز اختیار کرنی چاہئے جس سے دشمن نفع نہ اُٹھائے۔ متفرق اُمرا کی ماتحتی میں لڑنا قوت کو منتشر کرنا ہے وہ رائے قرار دو جو مناسب موقع ہو سب نے کہا تم اپنی رائے ظاہر کرو۔ اُنھوں نے کہا کہ خلیفہ کا اندازہ تھا کہ معرکے آسان ہونگے۔ جو واقعات یہاں پیش ہیں اگر ان کی خبر ہوتی تو ضرور وہ تمام لشکر کو ایک امیر کے ماتحت کر دیتے۔ اب یہ ہونا چاہئے کہ کل لشکر ایک سپہ سالار کے حکم سے لڑے۔ جو باری باری سے مقرر ہو۔ ایک دن ایک امیر ہو دوسرے روز دوسرا۔ اگر پسند ہو آج کی امارت میری سپرد کردو۔ سارے اُمرا نے اس رائے کو تسلیم کیا اور اُس روز کی سپہ سالاری حضرت خالد کو تفویض کی گئی۔ رومیوں نے اپنی فوج نئی ترتیب سے قائم کی تھی، امیر اسلام نے بھی معمولی ترتیب چھوڑ کر جدید طرز اختیار کی۔ جو عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تمام فوج کو چالیس دستوں پر تقسیم کر کے ہر دستے پر ایک کارآزمودہ سردار مقرر کیا۔ اور فوج والوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت ہو تو اس سے بہتر ترتیب نہیں ہو سکتی، اس سے لشکر کی تعداد دونی معلوم ہوتی ہے قلب پر حضرت ابو عبیدہ میمنہ پر حضرت شرجیل بن حسنہ اور عمرو بن العاص اور میسرہ پر حضرت یزید بن ابی سفیان مقرر کئے گئے۔ ایک دستہ حضرت خالد کے بیٹے عبد الرحمٰن کے سپرد تھا جن کی عمر اُس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ قاضی عسکر حضرت ابو درداء تھے۔ قاص حضرت ابو سفیان، اور قاری حضرت مقداد۔ غزوۂ بدر کے بعد حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت مقرر فرما دی تھی کہ آغاز غزوہ سے پیشتر سپاہ اسلام کے سامنے سورۂ انفال پڑھی جائے یہ خدمت قاری کے سپرد تھی، قاص کی یہ خدمت تھی سپاہیوں کے سامنے کھڑے ہو کر جوش جنگ تازہ کرتے۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان ہر دستے کے سامنے جاتے اور کہتے:۔

انتم ذادۃ العرب وانصار الاسلام وھم ذادۃ الروم وانصار الشرک اللھم ھذا یوم من ایامک اللھم انزل نصرک علی عبادک

تم جواں مردانِ عرب ہو اور اسلام کے انصار۔ وہ جواں مردانِ روم ہیں اور شرک کے مددگار۔ اے اللہ آج کا دن معرکہ کا دن ہے۔ اے اللہ اپنی مدد اپنے بندوں پر نازل فرما۔

لشکر اسلام میں ایک ہزار صحابی شریک تھے جن میں سے سو بزرگ بدری تھے۔ جب حضرت خالد لشکر کی صفیں قائم کر رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ رومیوں کی فوج کس قدر زیادہ ہے اور ہماری کتنی کم حضرت خالد نے کہا کہ نہیں ہماری فوج بہت ہی زیادہ ہے اور رومیوں کی بہت ہی کم۔ سپاہ کی قلت یا کثرت تعداد پر موقوف نہیں نتیجہ جنگ فتح و شکست سے اُس کا اندازہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ترتیب صفوف کے بعد حضرت خالد نے حکم دیا کہ حضرت عکرمہ و حضرت قعقاع قلب کے دونوں بازوں سے نکلکر حملہ آور ہوں۔ معرکہ کارزار گرم ہوا عین معرکہ میں مدینہ سے قاصد پہونچا۔ لوگوں نے حال دریافت کیا تو اُسنے خیریت اور آمد مدد کی خوش خبری سُنائی۔ حضرت خالد کے پاس پہونچا تو آہستہ کچھ کہا اور مُراسلہ دیا۔ اُنھوں نے مراسلہ کو بجنسہ ترکش میں رکھ لیا۔ اور مصروف جنگ ہو گئے ہنگامہ دار و گیر میں جذب حق کا کرشمہ دیکھو۔ دوران کارزار میں رومیوں کا سردار جرجہ بن تو ذرا میدان میں آیا اور للکار کر کہا خالد میرے سامنے آئیں۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کو اپنا نائب کیا اور خود آگے بڑھ کر دونوں لشکروں کے درمیان جرجہ سے ملے۔ اول دونوں نے ایک دوسرے کو پناہ دی بعد ازاں اس قدر مل کر کھڑے ہوئے کہ گھوڑوں کی کنوتیاں مل گئیں۔

جرجہ، سچ کہنا جھوٹ مت بولنا آزاد مرد جھوٹ نہیں بولتے۔ دھوکا نہ دینا۔ فریب شرفا کا شیوہ نہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ خدا نے تمھارے نبی کے پاس آسمان سے تلوار بھیجی تھی وہ تم کو عطا ہوئی اور اُس کا اثر ہے کہ تم ہر جگہ فتح یاب ہوتے ہو۔

حضرت خالد۔ نہیں۔

جرجہ۔ پھر تمھارا لقب سیف اللہ کیوں ہے۔

حضرت خالد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا۔ انھوں نے اسلام ہمارے سامنے پیش کیا۔ اوّل ہم سب کے سب بھاگ کر کنارہ کش ہوگئے پھر بعض نے تصدیق کر کے پیروی اختیار کی۔ بعض دُور دُور رہکر جھٹلاتے رہے میں اُن میں تھا جو تکذیب پر قائم تھے۔ اسکے بعد اللہ نے ہمارے قلب پھیر دیئے، گردنیں جھکادیں اور ہدایت بخشی۔ میں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی اُسوقت ارشاد ہوا:۔

انت سیف من سیوف اللہ سلہ علی المشرکین — اے خالد تو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو مشرکین کے مقابلے کے لئے نیام سے نکلی ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اب میں سب مسلمانوں سے زیادہ مشرکوں کا دشمن ہوں۔

جرجہ، تم نے سچ کہا۔ اب یہ بتاؤ کہ دعوت اسلام کیا ہے۔ حضرت خالد۔ اس امر کا اقرار کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں، اور اُس پیام کی تصدیق جو وہ خدا کی طرف سے لائے۔

جرجہ۔ اگر اُس کو کوئی نہ مانے۔

حضرت خالد، جزیہ دے جرجہ یہ بھی قبول نہ کرے۔ حضرت خالد۔ ہم اوّل اعلان جنگ کرینگے۔

جرجہ۔ جو تم میں شامل ہو اُس کا مرتبہ۔ حضرت خالد، اللہ کا فرمان ہے کہ سب مسلمان درجہ میں برابر ہیں اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ اوّل ہوں یا آخر۔ جرجہ، جو آج ایمان لائے وہ بھی رتبہ میں مساوی ہوگا۔

حضرت خالد برابر ہوگا بلکہ افضل۔ جرجہ، یہ کس طرح۔ حضرت خالد۔ ہم نے جب اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔ نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ احکام آسمانی کی خبر دیتے تھے ہم معجزات وتصرفات مشاہدہ کرتے تھے۔ اس صورت میں ہمارا مسلمان ہونا لازم تھا کہ تم اُن باتوں کو نہیں دیکھتے پھر بھی ایمان لاتے ہو تو تم ہم سے افضل ہو۔ جرجہ۔ تم قسم سے کہتے ہو کہ تم نے مجھ سے پورا سچ کہا۔ دھوکا نہیں دیا۔ تالیف قلب نہیں کی حضرت خالد۔ واللہ میں نے جھوٹ کہا نہ مجھ کو تم سے یا کسی سے نفرت ہے۔ جو تم نے پوچھا اُس کا سچا جواب میں نے دے دیا۔ اللہ میرا

Marfat.com

مددگار ہے۔ جرجہ بے شک تم نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر اپنی ڈھال پس پشت ڈال دی اور کہا مجھ کو اسلام کی تلقین کرو۔ حضرت خالدؓ اس کو اپنے خیمے میں لے گئے۔ اول غسل دیا۔ پھر تلقین اسلام کے بعد جرجہ کو مقتدی بنا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جرجہ کی یہ حالت دیکھ کر رومیوں نے عام حملہ کر دیا۔ پہلے حملے میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ حضرت عکرمہؓ اور حضرت حارث بن ہشامؓ ثابت قدم رہے۔ جس وقت حضرت خالدؓ جرجہ کو لے کر خیمے سے نکلے تو رومی مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے للکارا تو مسلمانوں نے دلیری سے حملہ کر کے دشمن کو پیچھے ہٹا دیا۔ اب سیف اللہ نے حملہ کیا اور شمشیر آزمائی شروع ہوئی۔ چاشت سے دن ڈھلنے تک میدان جنگ یکساں گرم رہا۔ انتہا یہ کہ عصر کی نماز اشارے سے ادا کی گئی۔ یہ عالم قابل دید تھا کہ وہ جرجہ جو صبح کو مسلمانوں کے دشمن تھے اب حضرت خالدؓ کے پہلو بہ پہلو نشۂ ایمان میں سرشار رومیوں پر وار کر رہے تھے۔ اور یہ قسمت کہ عین معرکہ میں سعادت شہادت سے کامیاب ہوئے۔ اور صرف وہ نماز ادا کر کے جو آغاز اسلام کا نیاز تھی سرخ رُو اپنے رب کے حضور میں پہنچے۔ رضی اللہ عنہ۔

شام کے قریب رومیوں کو لغزش ہوئی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے قلب کے دستے لیکر خود حملہ کیا اور پہلے حملے میں دشمن کے پیادوں اور رسالوں کے درمیان گھس کر حد فاصل بن گئے۔ اول رسالوں کو شکست ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان اس شکست سے خوش ہوئے لیکن اپنی جگہ پر قائم رہے۔ تعاقب نہیں کیا۔ سواروں کے بعد حضرت خالدؓ نے پیدلوں پر دھاوا کیا۔ انکی جمعیت بھی متفرق ہوئی اور خندق میں جا گھسی۔ مسلمان متعاقب پہنچے۔ پشت پر پہاڑ تھا۔ اس لئے رومی گھر گئے۔ اور ہزاروں تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ حضرت خالدؓ نے بڑھ کر روم کے سپہ سالار تذارق کے خیمے پر قبضہ کر لیا۔ نماز مغرب بعد فتح تنگ وقت پر ادا کی گئی۔ رومی شکست پا چکے تاہم متفرق لڑائی کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ حضرت خالدؓ کے گرد مسلمانوں کے رسالے تھے۔ اور تذارق کے خیمہ گاہ سے وہ تمام شب فوج کو لڑاتے رہے۔ شب کے وقت حضرت عکرمہؓ نے کہا کہ میں بہت سے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا رہا آج کیا میں رومیوں سے بھاگ جاؤں گا۔

Marfat.com

کون ہے جو مجھ سے موت پر بیعت کرے۔ یہ سُن کر حضرت ضرار بن ازور نے مع چار سو مسلمانوں کے اُنکے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اور حضرت خالد کے خیمے کے سامنے جھگڑنا شروع کیا یہاں تک کہ باستثنائے معدودے چند سب کے سب شہید ہو گئے۔ صبح کو لوگ بحالت نزع حضرت عکرمہ اور اُنکے بیٹے عمرو بن عکرمہ کو اُٹھاکر حضرت خالد کے پاس لائے۔ اُنھوں نے حضرت عکرمہ کا سر اپنی ساق پر اور عمرو بن عکرمہ کا ران پر رکھا۔ چہرے سے خاک صاف کرتے منھ میں پانی ٹپکاتے اور کہتے جاتے۔ ابن خیثمہ کا خیال ہے کہ ہم کو شہادت کی تمنا نہیں۔ اسی حالت میں خدا کے دونوں برگزیدہ بندے رہگرائے عالم بالا ہوئے رضی اللہ عنہما۔ یہ واقعہ سُننے کے قابل ہے کہ اس لڑائی میں مسلمان بی بیاں بھی شریک تھیں اور اپنے دستے جداگانہ قائم کر کے سرگرم قتال ہوئیں جویریہ بنت ابوسفیان کے دستے نے سب سے زیادہ کار نمایاں کیا۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ صبح ہوتے ہوتے میدان رومیوں سے صاف ہو گیا۔ آفتاب طلوع ہوا تو اُس نے اسلامی پرچم دریائے یرموک پر لہراتا دیکھا۔ یہ فتح بہت مہتم بالشان تھی اس کی وجہ سے مسلمانوں کا سکہ رومیوں کے دل پر بیٹھ گیا اور فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ اس معرکے کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ رومیوں نے آغاز کار میں ایک عرب جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا۔ ایک دن ایک رات وہ حالت جانچتا رہا۔ واپس گیا تو کہا:۔

باللیل رھبان وبالیوم فرسان لو سرق	وہ لوگ رات میں درویش ہیں دن میں شہسوار حق پرستی
ابن ملکھم قطعوا یدہ ولو زنی رجم لاقامتھم	کا یہ عالم ہے کہ اگر اُن کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اسکا
الحق فیھم	ہاتھ کاٹا جائے۔ زنا کرے تو سنگسار کر دیا جائے۔

اب ہم کو یہ بتا دینا چاہئے کہ جو قاصد اثنائے جنگ میں مدینہ سے آیا تھا وہ حضرت ابوبکر کی رحلت کی خبر لیکر پہونچا تھا۔ جو مراسلہ اُسنے دیا تھا وہ حضرت عمر خلیفہ ثانی کا تھا اُس میں حضرت خالد کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی سپہ سالاری کا حکم درج تھا۔

مرض الموت۔ وفات ساتویں جمادی الآخر ۱۳ھ کو ہوا سرد تھی حضرت ابوبکر نے غسل کیا۔ سردی کے اثر سے بخار ہو گیا۔ یہی بخار انجام کار مرض وفات ثابت ہوا پندرہ روز علیل رہے۔ علالت روز بروز

بڑھتی گئی جب مسجد تک آنے کی قوت نہ رہی تو حضرت عمرؓ کو امامت پر مقرر کیا۔ شدت مرض کی حالت میں بعض آدمیوں نے کہا کہ طبیب طلب کر لیا جائے۔ جواب دیا کہ طبیب دیکھ چکا۔ پوچھا کیا کہا۔ فرمایا اُس کا قول ہے:۔

انی فعال لما ارید — میں جو ارادہ کر لیتا ہوں کر ڈالتا ہوں

مدعا سمجھ کر لوگ چپ ہو رہے۔ ایام علالت اُس گھر میں بسر کئے جو مسجد نبوی کے قریب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا۔ حضرت عثمانؓ پڑوس میں تھے اس لئے اکثر حاضر باش رہے۔ سختی مرض زیادہ بڑھی تو حضرت ابوبکرؓ کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی اور چاہا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لئے اپنا جانشین نامزد کریں۔ اوّل خود سوچا پھر اکابر صحابہ سے مشورہ کیا۔ اور بعد مشورہ حضرت عمرؓ کی نسبت رائے قائم کی۔ بعض صحابہ نے جن کو حضرت عمرؓ کی سختی کا اندیشہ تھا اپنا یہ خیال مشورہ کے وقت ظاہر کیا تو جواب دیا کہ عمر کی سختی اس وجہ سے تھی کہ وہ میری نرمی سے واقف تھے۔ میرا تجربہ ہے کہ جب میں غصہ ہوتا تو وہ غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ نرمی دیکھتے تو سختی کا مشورہ دیتے۔ بعد مشورہ جب رائے پختہ ہو گئی تو ایک روز حضرت ابوبکرؓ بالاخانے پر تشریف لے گئے۔ شدت ضعف کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی اُن کی بی بی حضرت اسماء بنت عمیس دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے تھیں نیچے آدمی جمع تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو مخاطب کر کے کہا:۔

اترضون ممن استخلف علیکم فانی واللہ ما آلوت من جهد الرأی ولا ولیت ذا قرابة وانی قد استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا واطیعوا

کیا تم اُس شخص کو پسند کرو گے جس کو میں ولی عہد مقرر کروں اسکو خوب سمجھ لو اور میں بالقسم کہتا ہوں کہ میں نے غور و فکر کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور میں نے اپنے کسی قرابت دار کو تجویز نہیں کیا میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں تم میرا کہنا سنو اور مانو۔

سب نے کہا سمعنا واطعنا۔ ہم نے سُنا اور مانا۔

اُس کے بعد نیچے اُتر آئے اور حضرت عثمانؓ کو طلب کر کے کہا۔ عہدنامہ لکھو۔ چنانچہ حسب ذیل عہدنامہ لکھا گیا:۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ فی آخر
عھدہ بالدنیا خارجا منھا وعند اول عھدہ
بالآخرۃ داخلا فیھا حیث یؤمن الکافر و یوقن
الفاجر و یصدق الکاذب انی استخلفت علیکم
بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا وانی
لم آل اللہ ورسولہ ودینہ ونفسی وایاکم الا
خیرا فان عدل فذالک ظنی بہ وعلمی فیہ و
ان بدل فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت
ولا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای
منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہدنامہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی آخر زندگی کا ہے جبکہ وہ دنیا
سے سفر کر رہا ہے اور عالم آخرت کے داخلہ کی پہلی ساعت ہے جہاں
کافر مومن - بدعقیدہ عقیدتمند اور جھوٹا صداقت شعار ہو
جاتا ہے - میں نے عمر بن الخطاب کو اپنا ولی عہد کیا لہذا اُنکا
حکم سنو اور مانو - خوب سمجھ لو کہ اس بارہ میں خدا اُس کے رسول
اسکے دین کی خود اپنی اور تمھاری خیرخواہی کا حق ادا کرنے
کی میں نے پوری کوشش کی ہے اگر وہ عدل کرینگے تو اُنکی
نسبت میرا یہی خیال اور علم ہے اگر وہ بدل گئے تو ہر شخص اپنے
عمل کا پھل پائے گا - نیت میری بخیر ہے غیب کا علم نہیں جو لوگ
ظلم کرینگے وہ جلد دیکھ لیں گے کہ وہ کس پہلو پر پلٹا کھائینگے اور
تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں -

اس عہدنامہ کی تحریر و تشہیر کے بعد ایک شخص نے آکر حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم نے عمر کو ولی عہد مقرر کیا ہے حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں سے تمھارے سامنے کیسا برتاؤ کرتے تھے - اُس وقت کیا ہوگا جب وہ تنہا رہ جائینگے - تم اپنے رب کے پاس جا رہے ہو - تم سے رعیت کی بابت سوال کریگا حضرت صدیق اُس وقت لیٹے ہوئے تھے - یہ کلام سن کر کہا مجھ کو بٹھا دو - بیٹھ گئے تو کہا -

ابا اللہ تخوفنی اذا لقیت اللہ قلت استخلفت
علی اھلک خیر اھلک

کیا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو میں جس وقت اللہ کے سامنے جاؤنگا
تو کہونگا کہ میں تیری اُمت سے بہتر بندہ کو اپنا جانشین مقرر کرآیا ہوں

اس کے بعد حضرت عمر کو تخلیہ میں طلب کیا اور جو سمجھانا تھا وہ سمجھایا - پھر ہاتھ اُٹھاکر دعا کی -

اللھم انی لم ارد بذالک الا اصلاحھم وخفت

اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری کے ارادے سے

Marfat.com

علیہم الفتنۃ فعملت فیہم بما انت اعلم بہ	کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ انمیں فساد نہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے
واجتہدت لہم رأیا ولیت علیہم خیرہم	جسکو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور و فکر کے بعد رائے قایم کی ہے
واقویہم احرصہم علی ما ارشدہم وقد	بہترین اور قوی ترین شخص کو ولیعہد کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں
حضرنی من امرک ماحضر فاخلفنی فیہم	کی راست روی کا خواہشمند ہے۔ میرے لئے تو کوچ کا حکم آچکا
فہم عبادک ونواصیہم بیدک اصلح الہم	اب میں اُن کو تیرے سپرد کرتا ہوں وہ تیرے بندے ہیں اور انکی
ولاتہم واجعلہ من خلفاءک الراشدین	باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ ان کے حاکموں کو صلاحیت دے اور
واصلح لہ رعیتہ	ولیعہد کو خلفائے راشدین کے زمرہ سے کر اور اُسکی رعیت کو صلاحیت بخش

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روانگی شام کے وقت حضرت خالد عراق کی امارت مثنّیٰ بن حارثہ کے سپرد کر گئے تھے۔ اُن کی روانگی کے بعد اُدھر کسریٰ نے تازہ دم فوجیں بھیجیں اُدھر حضرت ابوبکر کی علالت کے سبب مدینہ سے مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت مثنّیٰ نے متردد ہو کر بشیر کو اپنا نائب کیا اور خود مدینہ آپہونچے۔ جس دن وہ پہونچے حضرت ابوبکر کی حیات کا آخری دن تھا تاہم حالات مفصل سُنے اور خطرہ کا اندازہ کر کے حضرت عمر کو بُلایا اور کہا کہ جو میں کہتا ہوں اُس کو سُنو اور اُس پر عمل کرو۔ مجھ کو توقع ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دے کر مثنّیٰ کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کی وجہ سے تم کو دین کی خدمت اور حکم ربّانی کی تعمیل سے نہ رُکنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہو سکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ اُس روز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اُس روز حکم الٰہی کی بجا آوری میں کوتاہی کرتا تو اللہ ہم کو تباہ کر کے سزا دیتا اور مدینہ میں آگ بھڑک اُٹھتی۔ اگر خدا تعالیٰ شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیجدینا اس لئے کہ وہ کار آزمودہ اور وہاں کے حالات سے واقف ہے۔ ایک روز دوران مرض میں دریافت کیا کہ مجھ کو بیت المال سے کل وظیفہ اب تک کس قدر ملا ہے حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم ہوئے (پندرہ سو روپیہ تخمیناً) ہدایت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت المال کا روپیہ واپس دیدیا جائے۔ چنانچہ

Marfat.com

وہ زمین بیچکر روپیہ واپس دیدیا گیا۔ یہ بھی تحقیقات کی کہ بیعت کے بعد میرے مال میں کیا اضافہ ہوا معلوم ہوا کہ ایک حبشی غلام ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔ ایک اونٹنی ہے جس پر پانی آتا ہے اور ایک سوا روپیہ کی چادر۔ وصیت کی کہ وفات کے بعد یہ سب چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہونچادی جائیں رحلت کے بعد جب یہ چیزیں حضرت فاروق کے سامنے آئیں تو رو دئے اور کہا اے ابوبکر تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے قریب وفات حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا تھا۔ کہا تین پارچہ کا۔ وصیت کی کہ میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھلی جائیں۔ ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ ام المؤمنین نے کہا کہ ابا جان ہم تنگدست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔ جواب میں فرمایا کہ جان پدر نئے کپڑے بمقابلہ مُردوں کے زندوں کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ کفن تو پیپ اور لہو کے واسطے ہے۔ انتقال کے روز دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت کی تھی لوگوں نے کہا دوشنبہ کو۔ سن کر کہا کہ مجھ کو امید ہے میری موت بھی آج ہی ہو۔ وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بنائی جاوے عین سکرات کے وقت جب دم سینہ میں تھا حضرت عائشہ نے حسرت سے یہ شعر پڑھا۔ ؎

وابیض تستسقی الغمام بوجہہ — ربیع الیتامی عصمۃ للارامل

وہ نورانی صورت جس کے چہرہ کی تازگی سے بادل سیراب ہو — یتیموں پر شفیق بیواؤں کی پناہ ہے

آنکھیں کھول دیں اور کہا یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آخر کلام یہ تھا۔

رب توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین — اے رب تو مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحوں سے ملا

۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ دوشنبہ کا دن گزرنے پر عشا و مغرب کے درمیان وفات پائی۔ نماز جنازہ کی امامت حضرت عمر نے کی اور اسی شب کو حضرت عائشہ کے حجرہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اس طرح دفن کئے گئے کہ اُن کا سر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ کے برابر رہا۔ رضی اللہ عنہ۔ عمر ۶۳ سال کی تھی ایام خلافت دو برس تین مہینے گیارہ دن۔

Marfat.com

ذاتی حالات

قبول اسلام کے وقت مالی سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا۔ تجارت ذریعہ معاش تھی۔ اس سرمایہ کو خدمتِ اسلام میں صرف کرتے رہے جب ہجرت کر کے مدینہ کو چلے تو پانچ ہزار درہم باقی تھے سب ساتھ لے آئے اور مدینہ میں تجارت اور مالی خدمتِ اسلام کا شغل جاری رہا۔ وفات کے وقت نقد ایک حبہ نہ تھا۔ خلافت کے بعد بھی شغل تجارت قائم رہا۔ روزانہ چادریں اپنے کندھے پر لاد کر بازار کو لے جاتے اور خرید و فروخت کرتے۔ چھ مہینے تک یہی عمل رہا۔ جب مشاغل خلافت بڑھے اور فرصت مفقود ہوئی تو صحابہ کو جمع کیا اور کہا کہ خلافت کے کاروبار اب تجارت کی مہلت نہیں دیتے اور میں اہل و عیال کی پرورش کا سامان مہیا نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر صحابہ کرام نے اُن کے مصارف خزانہ سے مقرر کر دیئے۔ بعد غور معیار مصارف مدینہ کے ایک مہاجر کا خرچ رکھا گیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ مقدار وظیفہ کی کیا تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی بکری کا گوشت روزانہ۔ معمولی لباس شرط یہ تھی کہ پرانا لباس بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ بعض نے نقد وظیفہ کا تقرر لکھا ہے نقدی کی مقدار باختلاف روایت ڈھائی ہزار درہم سالانہ سے چھ ہزار درہم تک بتائی گئی ہے میں کم و بیش ڈھائی ہزار کو ترجیح دیتا ہوں۔ وجہ یہ کہ وفات کے وقت جو حساب وظیفہ کیا گیا اُس کے بموجب کچھ اوپر سوا دو سال کا وظیفہ چھ ہزار درہم ہوا۔

خلافت سے پہلے سُنح میں رہتے تھے وہیں اُن کی بی بی حضرت حبیبہ خارجہ انصاریہ کی سکونت تھی۔ ایک کمل کا حجرہ (چھوٹا خیمہ یا راوٹی) مکان کی بساط صرف اس قدر تھی۔ چھ مہینے تک زمانہ خلافت میں بھی اُسی میں قیام رہا جس روز وہاں جانے کی باری ہوتی جاتے اکثر پیدل کبھی اپنے ذاتی گھوڑے پر۔ عشا کے بعد جاتے صبح کو واپس آجاتے۔ خلافت سے پہلے محلہ کی لڑکیاں اُنکے پاس بکریاں لاتیں اور وہ دودھ دوہ دیتے۔ جب خلیفہ ہو کر محلے میں گئے تو لڑکیوں نے دیکھ کر کہا اب یہ دودھ نہیں دوہینگے۔ سُن کر کہا ضرور دوہونگا۔ مجھ کو خدا کی ذات سے امید ہے کہ اس منصب سے میری کسی عادت میں فرق نہیں آئیگا۔ چنانچہ جب محلہ میں آتے تو دریافت کرتے دودھ دوہ دوں یا بکریاں چراؤں جیسا لڑکیاں کہہ دیتیں اُس کے مطابق تعمیل کرتے۔ خود اُن کی بکریاں بھی

Marfat.com

تھیں۔ کبھی کبھی اُن کو بھی لے جا کر چرا تے شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب محلے میں نکلتے تو بچے بابا بابا کہہ کر دوڑتے اور آکر لپٹ جاتے۔ جمعہ کے دن صبح کو سُنح میں ٹھہر کر سر اور داڑھی میں سُرخ خضاب لگاتے غسل کرتے کپڑے بدل کر مدینہ آتے اور نماز جمعہ پڑھاتے چھ مہینے کے بعد سُنح کی سکونت ترک کر کے مدینہ کے مکان میں متصل مسجد نبوی سکونت اختیار کی۔ اُن بزرگوں کی روزانہ زندگی کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:۔

ایک روز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا حضرت ابوبکرؓ میں نے۔ جنازہ کے ساتھ کون گیا حضرت ابوبکرؓ میں محتاج کو کھانا کس نے کھلایا حضرت ابوبکرؓ میں نے۔ بیمار کی عیادت کس نے کی حضرت ابوبکرؓ میں نے۔ سُن کر ارشاد ہوا کہ یہ اوصاف جس میں جمع ہونگے وہ جنتی ہے۔

مدینہ کے کنارہ پر ایک بوڑھیا اندھی محتاج رہتی تھی حضرت عمرؓ ہمیشہ اُس کے یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں۔ مگر جب پہونچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی اُن سے پہلے آکر خدمت کر گیا۔ ایک روز دروازے میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ وقت مقررہ پر وہ شخص آیا دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ تھے۔ یہ خلافت کا زمانہ تھا۔ مقررہ وظیفہ کے خرچ میں کس قدر احتیاط تھی اُس کا اندازہ اس واقعے سے کیجئے۔

ایک روز اُن کی ایک بی بی نے شیرینی کی فرمائش کی۔ جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ دام بچا کر جمع کر لوں۔ فرمایا جمع کر لو۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو دئے کہ شیرینی لا دو۔ پیسے لے کر کہا معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضروری سے زیادہ ہیں۔ لہذا بیت المال کا حق ہیں۔ چنانچہ وہ پیسے خزانے میں جمع کرا دئے اور اُسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔ مُنہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے اے اللہ تو میرا حال مجھ سے بہتر جانتا ہے اور تعریف کرنے والوں سے میں اپنا حال بہتر جانتا ہوں جو اُن کا گمان میری نسبت ہے۔ اُس سے اچھا مجھ کو کر دے اور میرے وہ گناہ بخشدے جن کو یہ نہیں جانتے اور جو یہ کہتے ہیں اُس کا

Marfat.com

مواخذہ مجھ سے مت کیجیو۔ اپنا سب کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ دوسروں سے کام لینے سے سخت احتراز تھا۔ انتہا یہ کہ اونٹ کی سواری میں نکیل ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اٹھاتے۔

ایک بار لوگوں نے کہا کہ آپ ہم میں سے کیوں نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ:-

ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان لا اسئل الناس شیئا۔ — میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے کہ انسان سے میں کچھ نہ مانگوں۔

حلیہ:-

رجل ابیض نحیف خفیف اجنی لا یستمسک ازارہ یسترخی عن حقویہ معروق الوجہ غائر العینین ناتی الجبھۃ عاری الاشاجع حسن القامۃ — گورے چٹے دبلے پتلے آدمی تھے کمر جھکی ہوئی تھی۔ تہمد کمر پر نہیں رک سکتا تھا نیچے کو کھسک جاتا۔ چہرہ ستا ہوا آنکھیں بیٹھی ہوئیں۔ پیشانی بلند انگلیوں کے جوڑ گوشت سے خالی قد موزوں۔

امام زہری کا قول ہے کہ بال گھونگر والے تھے۔ آواز دردناک تھی۔ بات بہت کم کرتے تھے جو کہتے سنجیدہ کہتے انداز کلام ذوق و محویت کی شان لئے ہوئے تھا قلب نہایت رقیق و نرم تھا اسی لئے اواہ لقب تھا۔ سخی باوقار حلیم و شجاع تھے۔ رائے نہایت سدید و صائب تھی۔ اس کا جوہر وہ نور ایمانی تھا جس کا نام اصطلاح شرع میں فراست مومن ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں (خلاصۃ) "حضرت ابوبکر علم کتاب و سنت میں مثل دیگر علمائے صحابہ رض تھے جس صفت میں سب سے ممتاز تھے وہ یہ تھی کہ جب کوئی مشکل مسئلہ یا مشورہ پیش آتا وہ اپنی فراست کو اس پر غور کرنے میں صرف کرتے۔ خداوند تعالیٰ غیب سے ایک شعاع ان کے دل پر ڈالتا جس سے حقیقت حال روشن ہو جاتی۔ اس شعاع کا ظہور لطیفہ قلبیہ سے ہوتا۔ لہذا حقیقت حال بصورت عزیمت ظاہر ہوتی، نہ برنگ تخیل"

اصول حکومت بنیاد حکومت قرآن و حدیث تھی جب کوئی معاملہ پیش آتا اول قرآن کی طرف رجوع کرتے، اگر کلام مجید میں نہ ملتا حدیث کی طرف توجہ کرتے اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی مجمع میں آکر

دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی اس پر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اس قدر سنت رسول کے جاننے والے موجود ہیں جب حدیث بھی نہ ملتی۔ تو صحابہ میں جو اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے اُن کو جمع کرکے مشورہ کرتے جس رائے پر اجماع ہو جاتا اُسی پر کاربند ہوتے اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی اُس کو آخر عہد تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی کوشش کی۔ بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم کی جاتی تھی۔ اُس میں جوان بوڑھے مرد یا عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ اُن کا قول تھا۔

لا یحقرن احد کو احداً من المسلمین فان صغیر المسلمین عند اللہ اکبر	تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے اس لئے کہ چھوٹا مسلمان (بھی) اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

ایک مرتبہ مجمع میں بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا، السلام علیکم یا خلیفۃ رسول اللہ، سُن کر کہا تمام مجمع میں خصوصیت کے ساتھ مجھ کو سلام کیوں کیا؟ خلافت کے بعد جب اوّل مرتبہ ادائے عمرہ کے واسطے مکہ گئے تو لوگ اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگے سب کو علیحدہ کر دیا اور کہا اپنی اپنی راہ چلو۔ شان تکبر سے ہمیشہ احتراز رکھا۔ ایک مرتبہ ایک فاتح نے نامۂ فتح کے ساتھ دشمن کا سر بھیجا تو بہت ناخوش ہوئے لانے والے نے عذر کیا کہ ہمارے دشمنوں کا یہی طرز عمل ہے۔ فرمایا کہ ہم روم و فارس کے مقلد نہیں۔ اس کے بعد عام ہدایت جاری کردی کہ آیندہ صرف فتح کی خبر بھیجی جائے دشمن کا سر نہ بھیجا جائے۔ عُمال کی بابت یہ اُصول تھا کہ جو عامل حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تھے وہ بدستور قائم و برقرار رہے۔ سادگی اسلام کو ہمیشہ اپنا شعار رکھا۔ اُس سادگی و وقار پر ہزار تکلف اور شان شوکت نثار تھے۔ اہل ارتداد کے مقابلے سے جب اسلام کے لشکر لوٹے تو اُن کے ہمراہ ذوالکلاع حمیری بھی یمن سے آئے یہ اُس شاہی خاندان حمیر کی یادگار تھے جو مدتوں یمن پر جاہ و جلال کے ساتھ فرمانروا رہ چکا تھا۔ شاہی خاندان کے دورِ آخر کے تکلفات ناز و نعمت کا پورا جلوہ ذوالکلاع میں نظر آتا تھا۔ سر پر جواہر نگار تاج تھا۔ بدن میں زریں پوشاک۔ طلائی پیٹی کمر میں۔ ہمراہی بھی زرق برق لباس میں تھے۔ مدینہ آکر خلیفہ کو دیکھا تو گیروا چادریں۔ ایک باندھے ایک اوڑھے۔ اسلامی دقار و

تمکین کا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ ذوالکلاع نے لباس شاہی چھوڑ کر دلق درویشی اختیار کرلی۔ ایک روز مدینہ کے بازار میں نکلے تو کمر سے چمڑے کی معمولی پٹی بندھی تھی۔ ایک ہمراہی نے دیکھ کر حضرت سے کہا کہ یہ کیا شکل بنائی۔ جواب دیا کہ اسلامی اثر سے لایعنی تکلفات بے لطف ہوگئے۔

عمال و کاتب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح خزانہ کے مہتمم تھے اور جزیہ کی آمدنی کا حساب اُنکے سپرد تھا۔ بیعت کے بعد اُنھوں نے کہا کہ مال کا کام خلیفہ کی طرف سے میں انجام دونگا۔ خزانہ جب تک حضرت ابوبکرؓ سُنح میں رہے وہاں رہا۔ قفل پڑا رہتا تھا، پہرہ نہ تھا، لوگوں نے کہا کہ پہرہ رکھئے تو جواب دیا قفل کافی ہے۔ جب مدینہ کی سکونت اختیار کی تو خزانہ مدینہ چلا آیا۔

قاضی حضرت عمرؓ تھے۔ اُس عہد کی صفائی معاملات کا یہ عالم تھا کہ ایک سال تک ایک مدعی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے نہ آیا۔ کاتب حضرت زید بن ثابت، حضرت علی مرتضےٰ، حضرت عثمانؓ تھے۔ معمولی خط کتابت کا کام جو حاضر ہوتا اُس سے لے لیا جاتا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس زمانے میں ان خدمات کا معاوضہ لینا سخت بُرا سمجھا جاتا تھا۔ جو کام کرتے محض حسبۃً للہ۔

Marfat.com

عُمّال

مقام حکومت	نام عامل
مکہ (حجاز)	عتاب بن اُسید
طائف "	عثمان بن ابی العاص
صنعاء (یمن)	مہاجر
حضرموت "	زیاد بن لبید انصاری
خولان "	یعلی بن منیہ
زبید و رمع "	حضرت ابوموسیٰ اشعری
جند "	حضرت معاذ بن جبل
بحرین "	علاء حضرمی
نجران "	جریر بن عبداللہ
دومۃ الجندل (عراق)	عیاض بن الغنم
عراق	مثنیٰ بن حارثہ
ثور (بلاد مزینہ)	جرش

علمی کمالات و علمی خدمات

قرآن ۔ قرآن شریف بطور وحی تیئس برس تک تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بہت سے صحابہ کرام ایسے تھے جن کو کلام مجید پورا حفظ تھا۔ نہایت کثرت سے ایسے جن کو مختلف حصے یاد تھے۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کاتبانِ وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے اور لکھوا دیتے۔ حضرت زید بن ثابت کو یہ سعادت اکثر حاصل ہوتی۔ کاغذ نایاب تھا اس لئے علاوہ کاغذ کے وحی چمڑے کے ٹکڑوں کھجور کی چھال بکری کے شانہ کی ہڈی سپید پتھر کے ٹکڑوں پر بھی لکھی جاتی اور یہ لکھے ہوئے اجزا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ رہتے۔ ۶

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

یمامہ کے پُرشر معرکہ سے یہ نتیجۂ خیر نکلا کہ کلام مجید ایک جگہ تحریر ہو کر بشکلِ کتاب محفوظ ہو گیا۔ اوپر سُن چکے ہو کہ معرکہ مذکور میں کس کثرت سے مہاجرین و انصار شہید ہوئے۔ اُن میں کثرت سے ایسے تھے جو کُل یا جزء قرآن کے حافظ (قرّاء) تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ مسلمانوں کو ابھی بہت سے معرکے سر کرنے ہیں اگر ہر معرکے میں اسی کثرت سے حافظ شہید ہوئے تو قرآن کا خدا حافظ ہے آپ حکم دیجئے کہ کلام مجید ایک جگہ ضبطِ تحریر میں آجائے۔ اوّل حضرت صدیقؓ نے اس بُنیاد پر تأمل کیا کہ جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا کس طرح کریں۔ مگر بحث کے بعد حضرت ابوبکرؓ پر منکشف ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی رائے صحیح ہے۔ حضرت زید بن ثابت کو طلب کر کے اوّل اپنی اور حضرت عمرؓ کی گفتگو کا اعادہ کیا۔ پھر کہا تم جوان ذی ہوش ہو کوئی الزام تم پر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا بھی کرتے تھے لہٰذا تم کلام مجید لکھ کر ایک جگہ جمع کر دو۔ اوّل حضرت زید بن ثابت کو بھی وہی تأمل ہوا جو حضرت صدیقؓ کو ہوا تھا لیکن مباحثہ کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اور اُنھوں نے خدمت قبول کی۔ حضرت زید کا مقولہ ہے کہ اگر پہاڑ کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا میری سپرد کیا جاتا تو وہ آسان ہوتا بمقابلہ اس کے کہ جمع قرآن کا بوجھ میرے سر پر رکھا گیا اس سے اُس احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے جو حضرت زید بن ثابت کو خدمت مفوضہ کی ذمہ داری کا

Marfat.com

تھا۔ کاشانۂ نبوت سے تحریر شدہ اجزا برآمد کئے گئے۔ مزید احتیاط و غایت اہتمام صحت کے لحاظ سے حضرت زید بن ثابت اُن اجزا کا مقابلہ بار بار اُن صحابہ سے کرتے جن کو کُل یا جزء کلام مجید یاد تھا۔ اور جب باہم کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہتا تب کاغذ پر نقل کرتے۔ غرض ایسی جانفشانی و تحقیق کے ساتھ حضرت زید بن ثابت نے تمام کلام مجید کاغذ پر لکھ کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے اُس کا نام مصحف رکھا یہ نسخہ خاص حضرت ابوبکر کی تحویل میں رہا حضرت ابوبکر خود بھی حافظ قرآن تھے۔ اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاتبانِ وحی کے زمرہ میں شامل۔ لکھنا اُس زمانہ میں اس قدر کم یاب تھا کہ قریش کے اتنے بڑے قبیلے میں بقول علامہ بلاذری آغاز اسلام میں صرف سترہ آدمیوں کو لکھنا آتا تھا۔ زمانۂ خلافت میں جو اشکال معانی کلام مجید کے متعلق پیش آیا اُس کو حل کیا۔

حدیث۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابوبکر کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ اس طرح وہ اُن کے عالم وجود میں آنے کے باعث ہوئے۔ ایک سو بیالیس ۱۴۲ حدیثیں بہ روایت حضرت صدیق مروی ہیں ان کو امام سیوطی نے تاریخ الخلفا میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ قلت روایت کے اسباب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ لکھے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم زندہ رہے، وہ تھوڑا زمانہ بھی اور قسم کی مہمات کے طے کرنے میں گزر گیا۔ اُن کے معاصر قریبًا سب صحابہ تھے جو خود عالم حدیث و روایت حدیث سے مستغنی تھے۔ تابعین بہت ہی کم تھے۔ واقعات بھی زیادہ پیش نہیں آئے۔ باوجود قلت روایت کے اہمات مسائل میں حضرت ابوبکر کی روایتیں سند ہیں۔ مثلاً طریقہ نماز حضرت ابوبکر سے ابن زبیر نے حاصل کیا اُن سے امام عطا نے اُن سے ابن الجریح نے۔ ابن الجریح کی نسبت یہ قول ہے کہ اُن کے زمانہ میں اُن سے بہتر نماز کا ادا کرنے والا نہ تھا۔ اہل مکہ ادائے نماز میں طریقۂ صدیقیہ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ کی مقادیر کی بابت سب سے زیادہ مستند روایت حضرت صدیق کی ہے۔

فقہ۔ فقہ کے متعلق اجتہاد کا قاعدہ مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بن گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ "وے رضی اللہ عنہ شیخ و استاد جمیع مجتہدین شد بوضع ایں قاعدہ"، فقہ کے جو

مشکل مسائل پیش آئے اُن کو حل کیا۔ مثلاً میراث جدّہ۔ میراث جد۔ تفسیر کلالہ۔ حد شرب خمر مہم شام کی روانگی کے وقت جو احکام اُمرا لشکر کو دیئے وہ صدیوں تک اُمرائے اسلام کا دستور العمل رہے۔

تعبیر رویا۔ یہ بھی ایک علم الٰہی ہے جس کا ادراک جدید روشنی میں مشکل ہے۔ وجہ یہ کہ جو لوگ نہیں سمجھتے یا نہیں سمجھا سکتے وہ نور وصفائی باطن سے محروم ہیں جس کی ضرورت اس فن کے لئے ہے۔ بہرحال فن تعبیر کے امام ابن سیرین کا قول ہے۔

کان ابوبکر اعبر ھذہ الامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں ابوبکر فن تعبیر میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔

تصوف۔ سب سے اوّل تصفیہ وتزکیۂ باطن کے واسطے کلمۂ طیبہ کا طریقہ ذکر حضرت ابوبکر نے تلقین کیا۔ حضرت جنید کا قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابوبکر صدیق کا یہ مقولہ ہے۔

سبحان من لم یجعل لخلقہ سبیلاً الا بالعجز ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے سوائے عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

کشف المحجوب میں ہے طریقہ تصوف کے امام ابوبکر ہیں انقطاع عن الاغیار جو جان تصوف ہے اُن کے اس خطبے سے عیاں ہے الا من کان یعبد محمداً الخ محبت دنیا سے پاک صاف ہونے کا شاید غزوۂ تبوک کا وہ واقعہ ہے۔ ما خلفت لعیالک۔ قال اللہ ورسولہ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ کہا اللہ اور اُس کا رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تصوف صدیقی کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر کے اُن تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساس تصوف ہیں۔ مثلاً توکل، احتیاط، تواضع خدا کی مخلوق پر شفقت رضا۔ خوف الٰہی۔ جو صاحب شایق تفصیل ہوں ازالۃ الخفا دیکھیں۔ ہم مضمون کے عام فہم نہ ہونے کے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے۔ صرف خوف الٰہی کی ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:۔

طوبیٰ لک یا طیر تاکل من شجر وتستظل ۔ اے پرندے خوشحال ہے تو پھل کھاتا ہے۔ درخت کے سایہ میں

Marfat.com

من شجرۃ وتصیر الی غیر حساب یالیت ابا بکر مثلک — بسر کرتا ہے حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں کاش ابوبکر تجھ سا ہوتا۔

نماز میں خشیت الٰہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوب خشک کی طرح کھڑے رہتے۔ طریقہ نقشبندیہ جو آج تک عالم میں فیض رساں ہے اُس کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت ابوبکر صدیق تک پہنچتا ہے۔

عقائد۔ عقائد کے متعلق حضرت ابوبکر نے سب سے اول توحید و رسالت کا امتیاز علی الاعلان اُس وقت ظاہر کیا جب کہ خود صحابہ کرام متحیر تھے یعنی بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُس موقع کا خطبہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ بعد بیعت رسالت وخلافت کے حدود صاف صاف علیحدہ قائم کردئے۔ خلیفہ ہونے کے بعد ایک خطبہ خاص اس مبحث کے متعلق دیا۔ اُس میں بوضاحت بیان کیا کہ دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھیں وہ مجھ سے طلب کرنا، ایک وحی دوسری عصمت اس کو اس کثرت کے ساتھ خطبوں میں ظاہر کیا کہ سامعین کے ذہن میں راسخ ہو گیا علاوہ خطبوں کے اور مواقع پر بھی اس کا لحاظ اہتمام کے ساتھ رکھا۔ کسی نے اُن سے کہا خلیفۃ اللہ تو کہا

انا خلیفۃ رسول اللہ وانا بہ راض — میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں۔

ایک بار کسی پر غصے ہو رہے تھے ایک شخص نے کہا حکم ہو تو اُس کی گردن اُڑا دوں فوراً کہا کہ یہ تو خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ واقعات وفات میں پڑھ چکے ہو کہ شدت سکرات میں جب ایک مدحیہ شعر اُن کی شان میں پڑھا گیا تو آنکھیں کھولکر کہہ دیا کہ یہ شان رسول اللہ کی تھی۔ زکوٰۃ اور نماز میں جو تفریق قایم کرنے کی کوشش کی گئی اُس کو آغاز خلافت میں کس شدت سے روکا۔

علم انساب۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آج انساب قریش کے متعلق جسقدر علم ہے وہ بروایت زبیر بن بکار محفوظ ہے۔ اُنھوں نے مصعب زبیری سے حاصل کیا مصعب نے بہ یک واسطہ مطعم بن جبیر

سے مطعم نے حضرت ابوبکر سے۔

بلاغتِ خطب۔ مورخین کا قول ہے کہ صحابہ کرام میں فصاحت خطبہ میں دو صحابی سب سے ممتاز تھے ایک حضرت ابوبکر دوسرے حضرت علی مرتضیٰ۔

بعض مقولے:۔

لا یحقرن احد کم احداً من المسلمین فان	تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے اس لئے
صغیر المسلمین عند اللہ کبیر وجدنا	کہ چھوٹا سا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ ہم نے بزرگی
الکرم فی التقویٰ والغناء فی الیقین والشرف	تقویٰ میں۔ بے نیازی یقین میں اور عزت تواضع میں
فی التواضع	دیکھی۔

ایک خطبے میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے تھے جو آج کل ہر مسلمان کا دستور العمل بننے چاہئیں:۔

ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا	باہم قطع تعلق مت کرو بغض نہ رکھو حسد مت کرو اور اے
وکونوا عباد اللہ اخواناً کما امرکم	اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ جیسا کہ تم کو حکم ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو ایک موقع پر نصیحت کی:۔

فرمن الشرف یتبعک الشرف واحرص	جاہ وعزت سے بھاگو عزت تمہارے پیچھے پھرے گی موت پر
علی الموت توھب لک الحیوٰۃ	دلیر رہو تم کو زندگی بخشی جائے گی۔

محبت رسول — حضرت صدیق اکبر محبت رسول میں غرق تھے۔ حضرت عروہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے سال حضرت ابوبکر نے ایک روز خطبہ دیا اُس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے:۔

انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم عام الاول — یعنی میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پارسال سُنا ہے

پارسال کے لفظ سے حادثۂ وفات یاد آگیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور بے تاب ہوگئے۔ سنبھلکر پھر خطبہ کا سلسلہ درست کیا پھر ان الفاظ سے دل پر چوٹ لگی اور مضطرب ہوگئے۔ تیسری دفعہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انا حضرت ام ایمن

Marfat.com

کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے بعد خلافت حضرت ابوبکر نے ایک روز حضرت عمر سے کہا۔

انطلق بنا الی ام ایمن نزورھا کما کان　　　چلو سنت نبوی کی پیروی کریں اور ام ایمن سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا　　　مل کر لیں۔

وہاں پہونچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے کہا روتی کیوں ہو اللہ کا تقرب اُس کے رسول کیواسطے بہتر ہے۔ کہا یہ میں بھی جانتی ہوں۔ صدمہ اس کا ہے کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ یہ سُن کر دونوں صاحب رونے لگے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کا اصلی سبب وفات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی۔ اس صدمے سے گھلتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہوگیا۔

ازواج واولاد حضرت ابوبکر نے چار شادیاں کیں۔ دو زمانہ جاہلیت میں دو بعد اسلام ایام جاہلیت کی بی بیاں قتیلہ اور ام رومان تھیں۔ قتیلہ قبیلہ بنی عامر سے تھیں۔ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ ام رومان مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اسلام لائیں، ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر اُن کو مکہ میں چھوڑ گئے تھے چند روز کے بعد مدینہ بلا لیا۔ ذی حجہ ۶ھ ہجری میں بمقام مدینہ رحلت کی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے دفن کیا۔ زمانہ اسلام میں ایک شادی ام رومان کی وفات کے بعد اسمار بنت عمیس سے ۸ھ ہجری میں کی۔ دوسری شادی حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے حضرت ابوبکر کی وفات کے وقت یہ دونوں بی بیاں زندہ تھیں۔ اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ اولاد میں سب سے بڑے حضرت عبدالرحمٰن ام رومان کے بطن سے ۵۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے لڑکے عبداللہ قتیلہ کے بطن سے غزوۂ طائف میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب شریک تھے تیر کا زخم پاؤں میں لگا اُس کے صدمے سے شوال ۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ تیسرے لڑکے محمد ہیں، یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اُن کی والدہ اسمار بنت عمیس تھیں۔ قاسم اُن کے صاحبزادے تھے۔ جو فقہار سبعہ میں ہیں۔ لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسمار تھیں۔ اُن کی والدہ قتیلہ۔ حضرت زبیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ سترہ آدمیوں کے بعد دائرہ اسلام میں شامل ہوئیں، دوسری لڑکی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن کی حقیقی بہن تمام ازواج مطہرات میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ اُن کا علم و فضل مسلّم ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ جو آٹھ بزرگ صحابۂ کرام میں اجتہاد و فقہ میں ممتاز تھے۔ اُن میں حضرت عائشہ بھی تھیں۔ تیسری لڑکی اُمِ کلثوم ہیں۔ ان کی والدہ بنت خارجہ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں سلسلہ نسل حضرت عبدالرحمٰن اور محمد سے چلا۔ حضرت عبداللہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

باب[1] سوم

فضائل

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس تیرہ سو برس کے عرصے میں کتنی کروڑ مرتبہ خطیبوں نے برسرِ منبر حضرت ابوبکر کے "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق" ہونے کا اعلان کیا ہے اور اس طرح اُن کی فضیلت کی سچی شہادت علیٰ رؤس الاشہاد اَدا کی ہے۔ آج بھی چار دانگ عالم میں جہاں جہاں اہلِ حق ہیں یہ پُر عظمت صدا ہر جمعہ کو لاکھوں منبروں پر بلند ہوتی ہے۔

فضائل صدیقی کی بنیاد تین شہادتوں پر ہے (۱) آیاتِ کلام مجید (۲) احادیث نبوی، اور (۳) اقوالِ صحابۂ کرام و اہلِ بیت اطہار و سلفِ صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

[1] اس باب کا ماخذ کتب ذیل ہیں:-

(۱) تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی (۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی (۳) الصلوۃ الحامعہ سید مصطفیٰ بن کمال الدین خلوتی (۴) الاصابہ امام ابن حجر عسقلانی (۵) الاستیعاب حافظ ابن عبدالبر (۶) الریاض النضرۃ محب الدین طبری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

اسی ترتیب سے ہم فضائل بیان کرتے ہیں۔

آیاتِ کلامِ مجید (۱) واللیل اذا یغشیٰ ۝ والنہار اذا تجلّیٰ ۝ وما خلق الذکر والانثیٰ ۝ ان سعیکم لشتّیٰ ۝ فامّا من اعطیٰ واتقیٰ ۝ وصدّق بالحسنیٰ فسنیسّرہ للیسریٰ ۝ وسیجنّبہا الاتقی ۝ الذی یؤتی مالہ یتزکّیٰ ۝ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ ۝ الا ابتغاء وجہ ربّہ الاعلیٰ ۝ ولسوف یرضیٰ ۝

قسم رات کی جب ڈھانک لے اور دن کی جب روشن ہو، نر اور مادہ پیدا کرنے کی ضرور تمھاری کوشش قسم قسم کی ہے۔ جسنے دیا اور پرہیزگار ہوا اور سچ مانا اچھی بات کو۔ تو ہم اُس کو آہستہ آہستہ آسانی میں پہونچا دینگے۔ اور سب سے زیادہ پرہیزگار جہنم کی آگ سے بچا لیا جائیگا جو دیتا ہے اپنا مال، تزکیۂ باطن کے لئے اور نہیں ہے کسی کا احسان جس کا بدلہ دیا جائے مگر اپنے ربِ اعلیٰ کی خوشنودی کے واسطے دیتا ہے اور وہ ضرور آئندہ خوش ہوگا۔

مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے راہِ خدا میں حضرت بلال وغیرہ کو (جو اسلام لانے کی وجہ سے اپنے کافر آقاؤں کے پنجۂ عذاب میں گرفتار تھے) خرید خرید کر آزاد کیا تو ایک روز اُن کے والد ابو قحافہ نے کہا کہ "جانِ پدر۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور اور حقیر غلاموں کو مول لے لیکر آزاد کرتے ہو۔ کاش تم قوی اور کام کے آدمیوں کو آزاد کرتے تو وہ تمھارے کام آتے اور پُشت پناہ بنتے" حضرت ابوبکر نے یہ سُن کر جواب دیا کہ:۔

"ابا جان۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں" اس پر آیات بالا نازل ہوئیں۔

امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ "اجماعِ اُمت اس پر ہے کہ آیۃ وسیجنّبہا الاتقی حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے" اس موقع پر ایک نکتہ سُن لینا چاہئے۔ آیۃ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو "الاتقی" (سب سے زیادہ پرہیزگار) فرمایا ہے۔ ایک دوسری آیت ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقیٰکم (اللہ کے نزدیک بالتحقیق تم میں وہ سب سے زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) ان دونوں آیتوں کے مفہوم سے منطق کی شکلِ اوّل بنی۔ ابوبکر اتقیٰکم وکل اتقیٰکم اکرمکم فابوبکر اکرمکم (ابوبکر سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ بزرگ ہے۔ لہذا ابوبکر سب سے

زیادہ بزرگ ہیں)

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہو کہ "احادیث سے حضرت ابوبکر کی افضلیت کی چار وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل اُمّت میں مرتبۂ عُلیا پانا۔ صدیقیت اسی سے مُراد ہو۔ دُوم ابتدائے اسلام میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت۔ سَوم نبوت کے کاموں کو اِتمام تک پہونچانا۔ چہارم آخرت میں علو مرتبہ" یہ بھی لکھا ہو کہ "حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی عملی قوت اور عقلی قوت حضرات انبیا علیہم السلام کی عملی و عقلی قوت سے مشابہ تھی" جس مال کو راہِ خدا میں صرف کرکے حضرت ابوبکر لطفِ خداوندی سے ممتاز ہوئے اُس کی شان دیکھو۔

حدیث میں آیا ہو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے مال کو مثل اپنے مال کے بے تکلف خرچ فرماتے تھے۔ ارشادِ نبوی ہو۔ کہ "ہم پر جس کا احسان تھا ہم نے اُس کا بدلہ دے دیا صرف ابوبکر کا احسان باقی ہو اُس کا بدلہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ بخشے گا" اس حدیث کے ساتھ ایک حدیث اور ملاؤ۔

یا ابابکر عطاک اللہ الرضوان الاکبر قال وما رضوانہ الاکبر قال ان اللہ یتجلی للخلق عامۃ ویتجلی لک خاصۃ۔

اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تم کو سب سے بڑی خوشنودی سے سربلند فرمایا۔ عرض کیا یا رسول اللہ سب سے بڑی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی کیا ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ مخلوق کیواسطے تجلّی عام فرمائیگا اور تمھارے واسطے تجلّی خاص۔

اب تمھارے ذہن میں عطائے ربّانی کا مفہوم آسکیگا۔ ایک اور امر غور طلب ہو۔ آیات بالا میں حضرت ابوبکر کے خوش ہوجانے کا وعدہ ہو۔ سورۂ والضحیٰ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش فرما دینے کا وعدہ ہو۔ اِس سے بھی حضرت ابوبکر کے علو مرتبہ کا پتہ چلتا ہو۔

(۲) الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔

اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے ہو تو (کچھ پرواہ نہیں) اللہ نے اُنکی مدد اُس وقت کی جب کافروں نے اُنکو نکال دیا اور وہ دو میں کے ایک تھے جب دونوں غار میں تھے جس وقت وہ اپنے دوست سے کہتے تھے ملول نہ ہو خدا ہمارے ساتھ ہو۔

اس آیت میں اُس موقع کا ذکر ہے جب ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حضرت ابوبکر غارِ حرا میں تھے۔ اُس وقت کا ارشاد "ان اللہ معنا" اُس قوتِ ایمانی کا جلوہ دکھلاتا ہے جس کے سامنے مخالفین نے بھی سرِ تسلیم و ادب خم کر دیا ہے۔ ایسے موقع پر صدیق اکبر کی محبت اُن کے علوِ مرتبہ کی اعلیٰ شہادت ہے۔ رضی اللہ عنہٗ۔

علوِ مرتبہ کا پایہ یہ بلند تر ہو جاتا ہے بلکہ اُس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس کے آگے صرف رسالت اور نبوت کا رتبہ ہے۔ جب اس ارشادِ نبوی پر غور کیا جائے "ماظنک باثنین اللہ ثالثہما" اے ابوبکر تمہارا اُن دو کی نسبت کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ جب کفار سرگرم تلاش غارِ حرا کے منھ پر آ کھڑے ہوتے ہیں اور یارِ غار کو اُن کے پانو نظر آتے ہیں تو اُن کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے "اے اللہ کے رسول ہم تو اب پائے گئے" اُس وقت ارشادِ بالا صادر ہوتا ہے۔ غور کیجئے قربِ الٰہی کا یہ وہ مقام ہے جہاں صرف اللہ۔ رسول اور صدیق ہیں۔ اللہ اکبر۔ ثانی اثنین میں دوسری شان ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں دو میں کا ایک فرمایا ہے اس طرح صدیق اکبر آپ کے دوسرے ہوتے ہیں۔ یہ تقربِ نبوی کا جلوہ ہے۔ یہ رفاقت اور اثنینیت محض اتفاقی نہ تھی۔ نتیجہ تھی اُس فدائیت اور سرگرمی خدمت کا جس کی سعادت روزِ ازل سے حضرت صدیق کے مقدر میں تھی، یارِ غار نے یہ معیت۔ جان۔ مال۔ اہل، عیال۔ ریاست و آسایش غرض جو کچھ اُن کی بساط میں تھا سب کچھ آپ پر سے قربان کر کے حاصل کی تھی۔

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم بان لہم الجنۃ — اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جنت دے کر اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ اہلِ تقرب کی جنت رضائے دوست ہے۔

شعر

بمزد یادِ خود۔ باغِ بہشتم وعدہ فرمودی ۔۔۔ مگر۔ باغِ بہشتی۔ بہتر از یادِ تو می باشد

تم حالاتِ صدیق اکبر میں پڑھ چکے ہو کہ وہ بعثت سے ایک سال پہلے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور دوسرے ہوئے۔ ارشاد ہے (ابتدائے اسلام میں)

"میں نے کہا کہ میں سارے انسانوں کی جانب خدا کا رسول ہوں۔ تم نے کہا جھوٹ ہے۔ ابو بکر نے کہا سچ ہے۔

آں حضرت آغازِ اسلام میں حرم محترم میں خانہ کعبہ کے قریب مشغول عبادت ہیں۔ کفار حملہ آور ہوتے ہیں اور گلوئے مبارک میں چادر ڈال کر گھونٹتے ہیں۔ کسی نے حضرت صدیق سے جا کہا۔ ادرِک صاحبک "اپنے دوست کی خبر لو۔ یہ سن کر بیتابانہ آئے اور کفار کے نرغے میں گھس گئے اور یہ کہہ کر حملہ کیا۔

"ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم

تمہارا افسوس ہے۔ کیا تم ایک شخص کو اس کہنے پر قتل کرتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور حال یہ ہے کہ وہ تمھارے پاس خدا کی جانب سے روشن دلیلیں کر آیا ہے۔

کافروں نے جو سلوک اُن کے ساتھ کیا وہ تم پڑھ چکے ہو۔

جب ہجرت کا حکم آیا اور مدینہ کا ستارا چمکا یار غار سب کو چھوڑ کر ہم رکاب تھے۔ غرض وہ کون سا معرکہ اور موقع تھا جہاں صدیق اکبر پروانہ وار شمع رسالت (بامی وامی) پر نثار نہ تھے۔ اس جاں نثاری و جاں بازی نے قلب اقدس میں وہ جگہ پائی تھی کہ ہر موقع پر ارشاد ہوتا تھا۔ انا وابوبکر وعمر (میں اور ابوبکر اور عمر)

ایک موقع پر جب نطق حیواں کا ایک واقعہ آپ نے بیان فرمایا تو سامعین نے تعجب کیا ارشاد ہوا میرا اور ابوبکر اور عمر کا اس پر ایمان ہے۔ حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر صحابی اسوقت حاضر نہ تھے۔

غزوہ بدر میں نشستگاہ نبوی کی پاسبانی حضرت صدیق کے سپرد ہوئی۔ یہ ایسا معرکہ خیز وقت تھا کہ اسکے لحاظ سے حضرت شیر خدا نے حضرت ابوبکر کو اشجع الناس (سب آدمیوں سے زیادہ بہادر) فرمایا ہے۔

حیات نبوی میں احکام دین بتانے میں ثانی ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کے زمانہ میں سوائے صدیق اکبر کے کسی نے فتویٰ نہیں دیا۔ ناسازی مزاج مبارک میں امامت نماز میں ثانی ہوئے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ رسول اللہ

کی حیثیت سے ترقی دین کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی ۔ اُس وقت جس عزم اور قوتِ ایمانی کا ظہور ہوا وہ صدیق اکبر کا حصہ تھا۔ اُس کا حال حالات وواقعات آپ کو سنا چکے ۔ مفارقت محبوب کا صدمہ جان لے کر گیا۔ امام سیوطی کا قول تم نے پڑھا کہ "اُن کا اصل مرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت تھی" جب تک زندہ رہے اس صدمے سے گھلتے رہے۔ حیاتِ ظاہری ختم ہوئی تو پہلوئے مبارک میں جگہ ملی۔ اور دوسرے ہوئے۔

ارشادِ نبوی ہے کہ قیامت کے روز سب سے اول میری قبر کشادہ ہوگی پھر ابوبکر کی پھر عمر کی میری اُمت میں سب سے اول ابوبکر داخل جنت ہونگے ۔ دعا فرمائی کہ الٰہی ابوبکر کو جنت میں میرے درجہ میں جگہ دینا۔ اللہ اور اُس کے رسول بہتر جانتے ہیں کہ سلوکِ رفاقت کن مقامات عالیہ تک پہونچا ہے۔ صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیق کو ضمنیتِ کبریٰ کا مرتبہ حاصل تھا اور اُن کی نسبت ابراہیمی تھی۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم کا لقب اَوّاہ (دردمند) ہے۔ صحابہ کرام حضرت صدیق کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔

(۳) ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور ط وکان بالمؤمنین رحیماہ	وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو تاریکیوں سے روشنی میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان۔

(سورۂ احزاب رکوع ۵)

جب آیت۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ یارسول اللہ اللہ تعالیٰ جو فضل وکرم آپ پر فرماتا ہے اُس میں ہم نیازمندوں کو بھی شریک فرماتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۴) ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا ط	اور ہم نے انسان کو ماں باپ کیساتھ نیکی کرنیکا حکم دیا ہے۔

(سورۂ الاحقاب رکوع ۲)

(۵) وشاورھم فی الامر ج	اور اُن سے مشورہ لو ہر کام میں

Marfat.com

(سورۃ آل عمران رکوع ۱۷)

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے ہیں۔ جبریل اور میکائیل۔ اور دو اہل زمین میں سے ہیں ابوبکر اور عمر۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے ابوبکر اور عمر میرے سمع و بصر ہیں۔

(۶) وان تظاہرا علیہ فان اللہ مولٰہ وجبریل وصالح المومنین والملئکۃ بعد ذالک ظہیرا

اگر تم دونو چڑھائی کرو اُن پر (رسول پر) تو اللہ اُن کا کارساز ہے اور جبریل اور صالح اہل ایمان اور اُس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

(التحریم رکوع ۱۱)

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مفسرین کے سوادِ اعظم کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی۔ صالح مومنین سے وہی مراد ہیں۔

(۷) ولمن خاف مقام ربہ جنتان

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اُسکے لئے دو جنتیں ہیں۔

آیاتِ بالا کے سوا جسقدر آیتوں میں صحابہ کرام۔ سابقون اولون۔ مہاجرین۔ مجاہدین اور مومنین وغیرہ کے اوصاف و فضائل ہیں اُن میں حضرت ابوبکر بطریق اولیٰ شریک ہیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ بکثرت آیاتِ قرآنی سے فضائل صدیقی ثابت ہیں۔

احادیثِ نبوی۔ خاص حضرت ابوبکر کے فضائل میں ایک سو اکیاسی (۱۸۱) حدیثیں مروی ہیں اٹھاسی (۸۸) حدیثیں ایسی ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت کا بیان ہے۔ سترہ (۱۷) حدیثیں ایسی ہیں جن میں مجموعی طور پر خلفائے ثلثہ کے فضائل ہیں۔ چودہ حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک فضائل ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس طرح (۱۸۱+۸۸+۱۷+۱۴+۱۶=۳۱۶) تین سو سولہ حدیثیں حضرت ابوبکر کے فضائل میں روایت کیگئی ہیں۔ یہ تعداد تو اُن حدیثوں کی ہے جو مخصوص نام کے ساتھ ہیں۔ جن ہزاروں حدیثوں میں مہاجرین

Marfat.com

مومنین و غیرہ اہل ایمان و صلاح کے فضائل مذکور ہیں وہ بھی حضرت صدیق اکبر کی شان میں صادق آتی ہیں۔ چند حدیثیں بطور نمونہ اور تبرک کے یہاں نقل کیجاتی ہیں۔

(۱) ما دعوت احداً الی الاسلام الا کانت له عنده کبوة وتردد ونظر الا ابابکر ما عتم عنه حین ذکرته وما تردد فیه (ابن اسحٰق)

میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی مگر اُس میں اُس کی طرف سے ایک گونہ کراہت تردد اور فکر پائی لیکن ابوبکر سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو اُنھوں نے بلا توقف و تردد اُسکو قبول کر لیا

(۲) هل انتم تارکون لی صاحبی انی قلت ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعًا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت (بخاری)

کیا تم میرے دوست کا تا نا میری خاطر سے چھوڑ دو گے۔ میں نے کہا کہ اے لوگو میں تم سب کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں تم نے کہا جھوٹ ابوبکر نے کہا سچ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا حضرت ابوبکر فوراً نادم ہوئے اور معافی چاہی۔ فاروق اعظم نے معاف کرنے سے انکار کیا حضرت ابوبکر نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یا ابابکر یغفر اللہ لک یا ابابکر یغفر اللہ لک اے ابوبکر تمھاری خطا اللہ بخشے، اے ابوبکر تمھاری خطا اللہ بخشے۔ اس عرصے میں حضرت عمر کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہونچے۔ وہاں نہ ملے تو کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُنکو دیکھا تو چہرۂ مبارک غصے سے متغیر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل گر کر دو بار عرض کی انا کنت اظلم منه زیادتی میری جانب سے ہوئی۔ اُس وقت حدیث بالا ارشاد فرمائی گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی نے حضرت ابوبکر کو کبھی ایذا نہیں پہونچائی۔

(۳) ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی

(ابو نعیم۔ عبد الرحمٰن بن حمید وغیرہما)

سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابوبکر سے زیادہ بزرگ ہو۔

(۴) ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی

(طبرانی)

سوائے نبیوں کے ابوبکر سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔

(۵) ان اللہ یکرہ فوق السماء ان یخطأ ابوبکر (طبرانی۔ ابونعیم وغیرہما)

اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر خطا کریں۔

(۶) عن عمرو بن العاص قال قلت یا رسول اللہ من احب الناس الیک قال عائشۃ قلت من الرجال قال ابوھا قلت ثم من قال عمر بن الخطاب (بخاری مسلم)

عمرو بن العاص نے کہا ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب آدمیوں میں زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ میں نے کہا مردوں میں فرمایا ابوبکر پھر عرض کی اُن کے بعد فرمایا عمر ابن الخطاب۔

اس حدیث کو حضرت انس حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس نے بھی روایت کیا ہے۔

(۷) عن علی بن ابی طالب کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذطلع ابوبکر و عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر و عمر ھذان سید الکھول اھل الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین و المرسلین۔ لاتخبرھما (ترمذی وغیرہ)

حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر اور عمر نمایاں ہوئے۔ آپ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ یہ دونو انبیا اور مرسلین کے سوا سارے اگلے پچھلے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں۔ ان کو خبر نہ کرنا۔

حضرت شیرِ خدا سے اس حدیث کے راوی حضرت امام زین العابدین ہیں رضی اللہ عنہ۔

یہ حدیث حضرات ابن عباس۔ ابن عمر۔ ابوسعید خدری اور جابر بن عبداللہ نے بھی روایت کی ہے۔

(۸) ارحم امتی بامتی ابوبکر (ترمذی امام احمد)

میری اُمت میں میری اُمت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں

(۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء و وزیران من اھل الارض۔ فاما وزیرای من اھل السماء فجبریل و میکائیل واما وزیرای من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین سے

اهل الارض فابوبکر وعمر۔ (ترمذی)	ابوبکر اور عمر۔
(۱۰) ابوبکر فی الجنۃ (اصحاب سنن وغیرہ)	ابوبکر جنتی ہیں۔
(۱۱) ان اهل الدرجات العلی لیراهم من تحتهم کما ترون النجم الطالع فی افق السماء وان ابابکر وعمر منهم (ترمذی۔ طبرانی)	بلند مرتبہ (جنتیوں) کو نیچے درجے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم کنارہ آسمان پر روشن ستارے کو دیکھتے ہو ابوبکر اور عمر ان ہی میں ہیں۔
(۱۲) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المهاجرین والانصار وهم جلوس فیهم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیہ احد منهم بصرہ الا ابوبکر وعمر فانهما کانا ینظران الیہ وینظر الیهما ویتبسمان الیہ ویتبسم الیهما (ترمذی)	حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام مہاجرین اور انصار کے مجمع میں تشریف لاتے تھے جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی ہوتے تھے اہل جلسہ میں سے کوئی صاحب آپ کی جانب نگاہ نہیں اٹھاتے تھے سوائے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے یہ دونوں صاحب آپ کی جانب دیکھتے تھے آپ ان کی طرف اور یہ دونوں صاحب آپ کی جانب دیکھکر مسکراتے تھے آپ انکی طرف دیکھکر تبسم فرماتے تھے۔
(۱۳) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدهما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وهو آخذ بایدیهما وقال هکذا نبعث یوم القیامۃ (ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)	ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے مسجد میں اس شان سے تشریف لائے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آپ کے دائیں بائیں تھے اور آپ انکے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا ہم اسی طرح قیامت کے دن اٹھیں گے (دیکھو یہی کا انتظام کہ دونو صحابی روضہ اقدس میں پہلوئے مبارک میں دفن ہیں)
(۱۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انا اول من تنشق الارض عنہ ثم ابوبکر ثم عمر (ترمذی۔ حاکم)	حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے دن) سب سے اول میرے اوپر سے زمین کشادہ ہوگی پھر ابوبکر کے پھر عمر کے۔
(۱۵) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای ابابکر و	حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

Marfat.com

عمر فقال ھذان السمع والبصر
اور حضرت عمر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں سمع اور بصر ہیں۔

(ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)

(۱۶) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت صاحبی علی الحوض وانت صاحبی فی الغار (ترمذی)
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابوبکر سے) فرمایا تم میرے رفیق حوض (کوثر) پر ہو اور میرے رفیق غار ہیں۔

(۱۷) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابابکر ولوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن شخصوں کا میرے اوپر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے اُن میں ابوبکر ہیں اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دلی دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اخوۃ اسلام ہے۔

(بخاری و مسلم)

یہ حدیث تیرہ صحابیوں نے روایت کی ہے اور امام سیوطی نے اُس کو متواتر حدیثوں میں داخل کیا ہے۔

(۱۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاحد عندنا ید الا وقد کافاناہ الا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بھا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی)
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دے دیا ہو مگر ابوبکر کہ اُن کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیگا اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجکو نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔

حضرت ابوبکر اس ارشاد مبارک کو سُن کر رو دیے اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا میرا مال آپکا مال نہیں ہے

(۱۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان بن ثابت ھل قلت فی ابی بکر شیئا قال نعم فقال قل وانا اسمع فقال
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز) حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا کہ تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے۔ جواب دیا کہا ہے۔ فرمایا مجکو پڑھکر سُناؤ اُنھوں نے یہ شعر پڑھے۔

Marfat.com

اشعار

(۱) وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد	اور بلند غار میں وہ دو میں کے ایک تھے، جب دشمن پہاڑ پر
طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا	چڑھ کر گرد گھوم رہے تھے۔
(۲) وکان حب رسول اللہ قد علموا من	وہ رسول اللہ کے محبوب ہیں اور لوگوں کو تحقیق کیساتھ اسکا
البریۃ لم یعدل بہ احدا	کا علم ہو کہ ساری مخلوق میں آپکے نزدیک اُنکی برابر کوئی
فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی	نہیں ہو۔ یہ سنکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر
بدت نواجذہ ثم قال صدقت یا حسان	ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہوگئے اور فرمایا اے حسان تم
ھو کما قلت (ابو سعید۔ حاکم)	نے سچ کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا۔
(۲۰) عن ابی الاروی الدوسی کنت عند	حضرت ابی آروی سے روایت ہو کہ میں حضرت سرور عالم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابو بکر	صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور
وعمر فقال الحمد للہ الذی ایدنی بکما	عمرؓ آئے اُن کو دیکھ کر آپنے فرمایا اُس خدا کا شکر ہو جسنے تم دونو
(بزاز۔ حاکم)	کے ذریعہ سے میری تائید کی۔
(۲۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر	حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر غار میں
صاحبی فی الغار ومونسی فی الغار سدوا	میرے رفیق تھے اور غار میں میرے مونس تھے۔ مسجد میں جسقدر
کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ ابی بکر	کھڑکیاں ہیں سب بند کردو مگر ابو بکر کی کھڑکی۔
(عبد اللہ ابن احمد)	

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تھی تو اُس کے گرد مکانات تعمیر ہوئے تھے صحابۂ کرام کے مکانوں کی کھڑکیاں مسجد کی جانب تھیں رحلت کے قریب ارشاد ہوا کہ سب کھڑکیاں بند کردی جائیں، ابو بکر کی کھڑکی مستثنےٰ ہے۔ (جز ثانی اس حدیث کا مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے)۔

(۲۲) اللھم اجعل ابا بکر فی درجتی فی الجنۃ	ارشاد مبارک ہو الٰہی ابو بکر کو قیامت کے دن جنت
یوم القیامۃ (حاکم)	میں میرے ہی درجہ میں جگہ دینا۔

(۲۳) یا ابابکر انت عتیق اللہ من النار (حاکم۔ ابن عساکر)

ارشاد مُبارک ہے اے ابوبکر تم کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔

(۲۴) یا ابابکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر قال وما رضوانہ الاکبر قال ان اللہ یتجلی للخلق عامۃ ویتجلی لک خاصۃ (حاکم)

ارشاد مبارک ہے اے ابوبکر بارگاہ الٰہی سے تم کو سب سے بڑی خوشنودی عطا ہوئی۔ دریافت کیا سب سے بڑی خوشنودی کیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے لئے تجلّی عام فرمائیگا اور تمھارے لئے تجلّی خاص۔

(۲۵) ابی اللہ والمومنون ان یختلف علیک یا ابابکر (امام احمد۔ ابونعیم)

اے ابوبکر اللہ تعالیٰ اور مومنین کو اس سے سخت انکار ہے کہ تمھارے متعلق اختلاف ہو۔

(۲۶) ان لم تجدینی فاتی ابابکر (تاریخ بخاری)

اگر تو مجکو نہ پاوے تو ابوبکر کے پاس آنا۔

ایک صحابی بی بی نے مدینہ میں آکر مسئلہ دریافت کیا جب رخصت ہونے لگیں تو عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر آئندہ میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو مسئلہ کس سے دریافت کروں اُن کے جواب میں آپنے ارشاد بالا صادر فرمایا۔

(۲۷) مروا ابابکر فلیصل بالناس۔ (بخاری مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں

جب مرض وفات میں آپ مسجد میں تشریف لے جاکر امامت نہ فرما سکے تو ارشاد بالا صادر ہوا۔

(۲۸) نعم وارجوان تکون منہم (امام احمد۔ بخاری مسلم)

ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اُن میں سے ہوگے۔

ایک بار حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دروازوں اور اُن میں ہو کر داخل ہونے والوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کوئی ایسا بھی ہوگا جو سب دروازوں سے داخل ہو۔ اُس کے جواب میں حدیث مذکورہ بالا ارشاد ہوئی۔

(۲۹) ما اوحی الی شئی الا صببتہ فی صدر ابی بکر (ریاض)

جو وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں نے اُس کو ابوبکر کے سینہ میں نچوڑ دیا۔

Marfat.com

صوفیائے کرام نے اس حدیث کو بہ کثرت روایت فرمایا ہے۔

(۳۰) ما فضلکم ابو بکر بفضل صوم ولا صلوٰۃ ولکن بشیء وقر بصدرہٖ (ریاض) — ابوبکر کو تم پر نماز یا روزے کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ایک باوقار چیز کی وجہ سے ہے جو اُنکے سینہ میں ہے۔

اقوال صحابۂ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین

(۱) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ (ترمذی) — حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا اے سب آدمیوں سے بہتر رسول اللہ کے بعد۔

(۲) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو بکر سیدنا (بخاری) — فاروق اعظم کا یہ بھی قول ہے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔

(۳) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم (بیہقی) — حضرت عمر کا یہ بھی قول ہے کہ اگر ابوبکر کا ایمان سارے زمین کے اہل ایمان سے تولا جائے تو اُسکا پلہ بھاری رہیگا۔

(۱) قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر و عمر (امام احمد وغیرہ) — حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس اُمت میں اُس کے نبی کے بعد ابوبکر اور عمر سب سے بہتر ہیں۔

امام سیوطی کا قول ہے کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو متواتر لکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا قول ہے کہ اسی (۸۰) بزرگوں نے اس حدیث کو حضرت شیر خدا سے روایت کیا ہے۔

(۲) قال علی رضی اللہ عنہ والذی نفسی بیدہٖ ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا ابو بکر (طبرانی اوسط) — حضرت علی نے فرمایا ہے کہ قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیکی کی طرف نہیں جھپٹے مگر یہ کہ ابوبکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔

حضرت عمر سے بھی یہی قول مروی ہے۔

(۳) قال علی رضی اللہ عنہ خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر لا یجتمع حبی وبغض ابی بکر وعمر فی قلب مومن (طبرانی)

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر اور عمر سب آدمیوں سے بہتر ہیں میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔

(۴) قال علی رضی اللہ عنہ فھو اشجع الناس (البزار)

لہٰذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں۔

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ ایک بار حضرت علی نے اپنے ہمنشینوں سے دریافت کیا کہ: ”بتاؤ سب میں زیادہ کون بہادر ہے؟“ سب نے کہا، ”آپ“ فرمایا ”میں تو جس سے لڑا میں نے اُس سے حق کا بدلہ لے لیا۔ سب سے زیادہ شجاع آدمی کا نام لو“ عرض کی ”ہم کو نہیں معلوم“ فرمایا ”ابوبکر۔ غزوۂ بدر کے معرکے میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سایہ دار نشستگاہ بنا دی تھی اُس کے بعد پوچھا گیا کہ کون شخص یہاں پاسبانی پر رہیگا جو کفار کو آپ کے پاس نہ آنے دے۔ یہ سُنکر واللہ کوئی شخص آپ کے قریب نہ آیا مگر ابوبکر۔ وہ تلوار کھینچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی مُشرک آپ کے قریب آتا تو وہ شمشیر بکف اُس پر حملہ کرتے۔ لہٰذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں“

(۵) عن ابی یحییٰ قال لا احصی کم سمعت علیا یقول علی المنبر ان اللہ عز وجل سمی ابابکر علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیقا (دار قطنی فی الافراد (اصابہ))

ابو یحییٰ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ حضرت علی کو منبر پر کہتے ہوئے سُنا کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ابوبکر کا نام صدیق رکھا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت ابوبکر کی وفات کی خبر سُنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اُن کے مکان پر یہ فرماتے ہوئے تشریف لائے۔

(۶) الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ

آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

جس مکان میں حضرت ابوبکر کی لاش تھی اُس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ذیل کا بلیغ خطبہ دیا

جو فی الحقیقت صدیق اکبر کے اوصاف باطنی اور ظاہری اور اُن کے مراتب و فضائل کا پورا تبصرہ ہے۔ اس خطبہ سے اندازہ ہوگا کہ حضرت شیر خدا کے دل میں حضرت ابوبکر کی عظمت و محبت کس قدر تھی۔

خطبہ

یرحمك الله یا ابا بکر۔ کنت الف رسول الله
صلی الله علیه وسلم وانسه ومستراحه وثقته
وموضع سره ومشاورته کنت اول القوم اسلاما
واخلصهم ایمانا واشدهم یقینا واخوفهم لله
واعظمهم عناء فی دین الله واحوطهم علی
رسول الله صلی الله علیه وسلم واحدبهم علی ا
سلام امنهم علی اصحابه واحسنهم صحبة و
اکثرهم مناقب وافضلهم سوابق وارفعهم
درجة واقربهم وسیلة واشبههم برسول الله
صلی الله علیه وسلم هدیا وسمتا ورافة وفضلا
واشرفهم منزلة واکرمهم علیه واوثقهم عنده
فجزاك الله عن الاسلام وعن رسوله خیرا
کنت عنده بمنزلة السمع والبصر صدقت
رسول الله صلی الله علیه وسلم حین کذبه الناس
فسماك الله عز وجل فی تنزیله صدیقا فقال
والذی جاء بالصدق وصدق به الذی جاء
بالصدق محمد وصدق به ابوبکر وواسیته حین
بخلوا وقمت به عند المکاره حین عنه قعدوا

اے ابوبکر تم پر خدا کی رحمت۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
محبوب۔ مونس، سُرور، معتمد، رازدار اور مشیر تھے۔ تم مسلمانوں
میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ تمہارا ایمان سب سے زیادہ خالص
اور تمہارا یقین سب سے استوار تھا۔ تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے
والے اور سب سے بڑھ کر دین کو نفع رساں تھے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر باش۔
اسلام پر سب سے زیادہ شفیق۔ اصحاب رسول اللہ کے لئے سب سے
زیادہ بابرکت۔ رفاقت میں سب سے بہتر۔ سب سے زیادہ صاحب
مناقب۔ فضائل کی دوڑ میں سب سے آگے۔ درجہ میں سب سے
بلند۔ سب سے قریب وسیلہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سب سے زیادہ مشابہ سیرت میں ہیئت میں مہربانی میں اور فضل
میں قدر و منزلت میں سب سے بلند اور آپ کے نزدیک سب سے بڑھ کر
معتمد۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسلام کی جانب سے جزائے خیر دے اور اپنے
رسول کی جانب سے۔ تم آپ کے نزدیک بمنزلہ سمع و بصر تھے۔ تم نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت سچا جانا جب سب نے آپ کو
جھوٹا کہا۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنی وحی میں تمہارا نام
صدیق رکھا۔ چنانچہ فرمایا۔ اور وہ جو سچ کو لایا اور جس نے اس کی
تصدیق کی۔ لانے والے محمد تصدیق کرنے والے ابوبکر۔ تم نے آپ کے

Marfat.com

وصحبته فی الشدۃ اکرم الصحبۃ ثانی اثنین
وصاحبه فی الغار والمنزل علیه السکینة و
رفیقه فی الھجرۃ وخلیفة فی دین اللہ وامته
احسن الخلافة حین ارتد الناس وقمت
بالامر مالم یقم به خلیفة نبی فنهضت حین
وھن اصحابک وبرزت حین استکانوا وقویت
حین ضعفوا الزمت منہاج رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم اذ ھموا کنت خلیفة حقا لم تنازع
ولم تصدع برغم المنافقین وکبت الکافرین
وکرہ الحاسدین وغیظ الباغین وقمت بالامر
حین فشلوا وثبت اذ تتعتعوا ومضیت بنور اللہ
اذ وقفوا فاتبعوک فھدوا وکنت اخفضھم صوتا
واعلاھم فوقا واقلھم کلاما واصوبھم منطقا
واطولھم صمتا وابلغھم قولا واشجعھم نفسا
واعرفھم بالامور واشرفھم عملا کنت واللہ
للدین یعسوبا اولا حین نفر عنه الناس
وآخرا حین اقبلوا کنت للمؤمنین ابا رحیما
حتی صاروا علیک عیالا فحملت اثقال ما
ضعفوا ورعیت ما اھملوا وحفظت ما اضاعوا
وعلمت ما جھلوا وشمرت اذ خضعوا وصبرت
اذ جزعوا فادرکت اوتار ما طلبوا وراجعوا

ساتھ اُسوقت غمخواری کی جب اوروں نے تنگدلی کی جب
لوگ مصائب کے وقت مُنہ سے بیٹھ رہے تھے تم آپکی مدد پر قائم رہے
سختی میں تم نے آپکی بہترین رفاقت کی تم دو میں کے ایک تھے
اور غار میں رفیق اور وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے سکینہ (تسکین
قلب) نازل فرمائی۔ اور آپ کے ساتھی ہجرت میں تھے اور آپکے
خلیفہ دین الٰہی میں اور اُمت میں۔ جب لوگ مُرتد ہوئے تو تم نے
بہترین خلافت کی اور امر الٰہی کی تم نے وہ حفاظت کی جو کسی
نبی کے خلیفہ نے نہیں کی جب تمھارے ساتھی سُستی کرنے لگے
تو تم اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب وہ دب گئے تو تم دلیر ہو گئے اور جب
وہ کمزور ہو گئے تو تم قوی رہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
طریقے سے اُسوقت چمٹے رہے جب لوگ مضطرب ہو گئے۔ اگرچہ
اس سے منافقین کو غصہ کفار کو رنج حاسدوں کو کراہت اور باغیوں
کو غیظ و غضب تھا تاہم تم بلا نزاع و تفرقہ خلیفہ برحق تھے۔ تم دین
الٰہی پر قائم رہے جب لوگ بزدل ہو گئے اور جب وہ گھبرا اُٹھے تو
تم ثابت قدم رہے اور جب وہ رک گئے تو تم نور الٰہی کی روشنی
میں رواں رہے پھر اُنھوں نے (بھی) تمھاری پیروی کی اور
منزل پر پہنچ گئے۔ تمھاری آواز سب سے پست تمھارا تفوق سب سے
اعلیٰ۔ تمھارا کلام سب سے زیادہ باوقار۔ تمھاری گفتگو سب سے زیادہ
باصواب۔ تمھاری خاموشی سب سے زیادہ طویل۔ تمھارا قول
سب سے زیادہ بلیغ تھا۔ تمھاری ذات سب سے زیادہ شجاع۔ اور معاملات
سے زیادہ واقف اور عمل میں سب سے زیادہ بزرگ تھی۔ واللہ تم

برشدهم برايك فنطق ونالوا بك ما لم
يحتسبوا كنت على الكافرين عذاباً صباً ولهباً
وللمومنين رحمة وانسا وحصنا فطرت والله
بفضائها وفزت بحبائها وذهبت بفضائلها
وادركت سوابقها لم تفلل حجتك ولم تضعف
بصيرتك ولم تجبن نفسك ولم يزغ قلبك
ولم يحر كنت كالجبل الذي لا تحركه القواصف
ولا تزيله العواصف وكنت كما قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم آمن الناس علينا في صحبتك
وذات يدك وكنت كما قال ضعيفاً في بدنك
قوياً في امر الله متواضعاً في نفسك عظيماً
عند الله جليلاً في اعين الناس كبيراً في
انفسهم لم يكن لاحد فيك مغمز ولا لقائل
فيك مهمز ولا لاحد فيك مطمع ولا
لمخلوق عندك هوادة الضعيف الذليل عندك
قوي عزيز حتى تاخذ بحقه والقوي عندك
ضعيف ذليل حتى تاخذ منه الحق القريب
والبعيد عندك في ذالك سواء اقرب الناس
اليك اطوعهم لله واتقاهم له شانك
الحق والصدق والرفق قولك حكم وحتم وامرك
حلم وحزم ورايك علم وعزم فاقلعت وقد

اہل دین کے سردار تھے۔ جب لوگ دین سے ہٹے تو تم آگے بڑھے اور جب
وہ دین پر جھکے تو تم اُنکے پیچھے پیچھے تھے۔ تم اہل ایمان کے مہربان
باپ تھے اس مہربانی سے وہ تمھاری اولاد بن گئے جن بھاری
بوجھوں کو وہ نہ اٹھا سکے اُن کو تم نے اُٹھایا۔ جو اُن سے فروگذاشت
ہوئی اُس کی تم نے نگہداشت کی۔ جو چیز اُنھوں نے کھودی اُس کی تم
نے حفاظت کی۔ جو اُنھوں نے نہ جانا وہ تم نے سکھایا۔ تم نے جانبازی
کی جب وہ عاجز ہو گئے تم ثابت قدم رہے جب وہ گھبرا گئے تم نے
دادخواہوں کی دادرسی کی۔ وہ اپنی رہنمائی کے لئے تمھاری
رائے کی جانب رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے۔ تمھارے ذریعہ سے
اُن کو وہ ملا جسکا اُن کو گمان نہ تھا۔ تم کافروں کے لئے بارش
عذاب الیم آتش سوزاں تھے اور مومنوں کے لئے رحمت انس
پناہ۔ تم نے اوصاف کی فضا میں پرواز کی اُن کا خلعت پایا
لیا۔ اُنکے محاسن لے لئے اور فضائل کی بازی جیت لی تمھاری
دلیل کو شکست نہیں ہوئی۔ تمھاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی اور تمنے
بزدلی نہیں کی۔ تمھارا دل کج ہوا اور نہ پھرا۔ تم اُس پہاڑ کی
مثل تھے جسکو نہ شدائد ہلا سکتے ہیں اور نہ ہوا کے طوفان ہٹا سکتے
ہیں۔ تم بقول آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفاقت اور مال میں
زیادہ منت افزا تھے اور بقول آپکے بدن کے ضعیف تھے حکم الٰہی
میں قوی۔ خود اپنے ذہن میں ناچیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی
قدر۔ انسانوں کی نگاہوں میں باجلال اور دلوں میں وقعت
تھے۔ تمھاری نسبت کسی کو آنکھ ملانے کی مجال نہ تھی اور نہ کوئی

Marfat.com

نهج السبیل وسهل العسیر واطفیت النیران
واعتدل بك الدین وقوی بك الایمان
وثبت الاسلام والمسلمون وظهر امر الله
ولو کره الکافرون فسبقت والله سبقاً بعیداً
ولقد اتعبت من بعدك اتعاباً شدیداً وفزت
بالخیر فوزاً مبیناً فجللت عن البکاء وعظمت
رزیتك فی السماء وهدّت مصیبتك الانام
فانا لله وانا الیه راجعون ورضینا عن الله
قضاءه وسلمنا له امره فوالله لن یصاب
المسلمون بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم
بمثلك ابداً کنت للدین عزاً وحرزاً و
کهفاً وللمؤمنین فئة وحصناً وغیثاً
وعلی المنافقین غلظة وغیظاً فالحقك الله
بنبیك صلی الله علیه وسلم ولا حرمنا اجرك
ولا اضلنا بعدك فانا لله وانا الیه راجعون

طعن کا موقع پا سکتا تھا۔ کسی کے لئے تم محل طمع نہ تھے اور نہ
مخلوق میں کسی کی رعایت بیجا کر سکتے تھے۔ عاجز اور ذلیل
تمھارے نزدیک قوی اور معزز تھا کہ تم اُسکا حق لے کر دلاتے تھے اور
زبردست تمھارے سامنے کمزور اور ناچیز تھا کہ تم اُس سے حق لیکر رہتے
تھے۔ اس معاملے میں قریب و بعید سب تمھاری نظر میں برابر تھے۔ تمھارا
سب سے زیادہ مقرب تھا جو خدا کا سب سے زیادہ فرماں بردار اور سب سے
زیادہ پرہیزگار تھا۔ تمھاری شان حق راستی اور نرمی تھی۔ تمھارا قول
حکم اور قطعی تھا۔ تمھارے حکم میں حلم تھا اور حزم۔ رائے میں دانائی
تھی اور عزم تھا۔ ان اوصاف و فضائل کی قوت سے تم نے باطل
کو اکھیڑ کر پھینک دیا اُس کے بعد راستہ صاف تھا مشکل آسان تھی اور
(فتنہ و فساد کی) آگ سرد۔ دین تمھاری مدد سے اعتدال پر آگیا
ایمان تمھاری وجہ سے قوی ہو گیا۔ اور اسلام اور مسلمان مضبوط
ہو گئے اور فرمان الٰہی غالب آگیا۔ اگرچہ کفار کو یہ سخت ناگوار تھا
اس حسن خدمت میں واللہ تم بہت آگے نکل گئے اور اپنے جانشینوں کو
سخت دشواری میں ڈالدیا اور علانیہ خیر کے مراتب پالئے تمھاری
شان آہ و بکا سے ارفع ہو اور تمھارا غم آسمان پر عظیم ہوا اور تمھاری
مصیبت نے لوگوں کی کمر توڑ دی تمھاری مصیبت پر ہم انا للہ و
انا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ قضائے الٰہی پر رضامند ہیں
اور اُس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد تمھاری وفات سے بڑھکر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت
نہیں پڑے گی۔ تم دین کی عزت۔ حفاظت اور پناہ تھے مسلمانوں

کی جمعیت قلعہ اور جائے پناہ اور منافقین کے حق میں سختی
اور غصہ اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ تم کو تمھارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے ملا دے۔ اور ہمکو تمھارے اجر سے محروم اور تمھارے
بعد گمراہ نہ فرمائے۔ ہم پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب تک حضرت علی خطبہ دیتے رہے سب آدمی خاموش رہے۔ جب خطبہ ختم ہوا تو اسقدر روئے کہ آواز بلند ہو گئی اور بالاتفاق کہا کہ اے رسول اللہ کے خویش آپنے سچ فرمایا۔

(الریاض النضرۃ)

قال عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ولینا ابوبکر فکان خیر خلیفۃ اللہ وارحمہ وارضاہ علینا (الحاکم)

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار نے فرمایا ہے کہ ابوبکر ہم پر والی ہوئے تو اس شان سے کہ مخلوق الٰہی میں سب سے بہتر تھے اور ہم پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ ہم سے خوش۔

قال ابو مریم کنت بالکوفۃ فقام الحسن بن علی خطیبا فقال ایھا الناس رایت البارحۃ فی منامی عجبا رایت الرب تعالیٰ فوق عرشہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قام عند قائمۃ من قوائم العرش فجاء ابوبکر فوضع یدہ علی منکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء عثمان فکان بیدہ راسہ فقال رب سل عبادک فیم قتلونی فانبعث من السماء میزابان من دم فی الارض قال فقیل لعلی الا تری ما یحدث بہ الحسن قال یحدث بما رائی

(ابو الیعلیٰ)

ابو مریم کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں تھا۔ امام حسن بن علی نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ اے لوگو رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ میں نے رب کریم کو عرش پر دیکھا اسی عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عرش کے ایک پایہ کے پاس قیام فرمایا پھر ابوبکر آئے اور دوش مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر عمر آئے اور ابوبکر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر عثمان آئے انکے ہاتھ میں اُن کا سر تھا عرض کی الٰہی اپنے بندوں سے پوچھ کہ انھوں نے مجھ کو کس قصور میں قتل کیا۔ اس کہنے پر آسمان سے دو خون کے پرنالے زمین میں بہنے لگے یہ خطبہ سُن کر لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ "آپ دیکھتے ہیں حسن کیا کہتے ہیں"۔ فرمایا "جو دیکھا

Marfat.com

وہ کہتے ہیں"

قال ابوجعفر ما رأیت احداً من اھل بیتی الا وھو یتولی بھما (امام محمد)

حضرت امام باقر کا قول ہے کہ میں نے کسی کو اپنے اہل بیت میں سے نہیں دیکھا جو اُن دونو (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) سے محبت نہیں رکھتا تھا۔

عن ابی حفصۃ قال سألت محمد بن علی وجعفر بن محمد عن ابی بکر وعمر فقال اماما عدل نتولھما ونتبرء من عدوھما ثم التفت الی جعفر بن محمد فقال یا سالم ایسب الرجل جدہ ابوبکر الصدیق جدی لا تنال بشفاعۃ جدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لم اکن اتولھما واتبرء من عدوھما (امام محمد)

ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ اور امام جعفر صادق سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نسبت رائے طلب کی دونو نے کہا کہ وہ دونو امام عادل تھے ہم اُن کو دوست رکھتے ہیں اور اُن کے دشمن سے بیزار ہیں۔ پھر امام جعفر صادق نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے سالم کیا کوئی انسان اپنے جد کو گالی دے سکتا ہے۔ ابوبکر صدیق میرے جد ہیں مجکو میرے جد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں اُن دونو سے محبت نہ رکھتا ہوں اور اُن کے دشمنوں سے بیزار نہ ہوں۔

وعن ابی جعفر من جھل فضل ابی بکر وعمر جھل السنۃ (امام محمد)

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت کو نہیں جانتا۔

وعنہ قال بغض ابی بکر وعمر نفاق وبغض الانصار نفاق انہ کان بین بنی ھاشم وبین بنی عدی وبنی تیم شحناء فی الجاھلیۃ فلما اسلمو انتزع اللہ ما فی قلوبھم حتی ان ابابکر اشتکی خاصرتہ فکان علی یسخن یدہ بالنار ویکمد بھا خاصرۃ ابی بکر ونزلت فیھم ونزعنا ما فی

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر سے بغض و نفاق ہے، اور انصار سے بغض، نفاق ہے۔ بنی ہاشم، بنی عدی (قبیلہ حضرت عمر) اور بنی تیم (قبیلہ حضرت ابوبکر) میں زمانۂ جاہلیت میں عداوت تھی۔ جب یہ قبیلے مسلمان ہو گئے تو اُن کے دل میں جو کچھ (عداوت) تھی اللہ تعالیٰ نے نکال لی۔ اب نوبت یہ پہونچی کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر

صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین

(الامام محمد)

کے پہلوں میں درد ہوا تو حضرت علی اپنا ہاتھ آگ سے گرم کرکے حضرت ابوبکر کا پہلو سینکتے تھے۔ انھیں بزرگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) اُنکے دلوں میں جو کچھ عداوتیں تھیں کھینچ لی۔ بھائی بنکر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے۔

جاء رجل الی علی بن الحسین فقال ما کان منزلة ابی بکر و عمر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کمنزلتهما منه الساعة

(الامام احمد)

ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوکر استفسار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا کیا رتبہ تھا۔ فرمایا وہی مرتبہ تھا جو اس وقت بھی ہے (یعنی روضہ اقدس میں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے)

قال الزبیر بن العوام انا نری ابابکر احق الناس بها بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم شرفه وکبره ولقد امره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلاة بالناس وهو حی

(الحاکم)

حضرت زبیر کا قول ہے کہ ہم سب سے زیادہ خلافت کا مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر کو جانتے ہیں۔ وہ بالتحقیق رفیق غار تھے اور دو میں کے ایک تھے اور ہم کو اُن کا شرف اور اُن کی بزرگی خوب اچھی طرح معلوم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات مبارک میں انکو امامت کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک یہ بھی فضیلت خاص ہے کہ اُن کی چار نسلیں صحابی تھیں وہ خود۔ اُنکے والد حضرت ابو قحافہ۔ اُن کے بیٹے حضرت عبدالرحمن اور حضرت عبدالرحمن کے بیٹے حضرت ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہم اجمعین (الاستیعاب۔ بہ سند امام بخاری ذکر محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم اجمعین)

Marfat.com

باب چہارم

اوّلیاتِ صدیقی

(۱) مردوں میں سب سے اوّل اسلام قبول کیا۔

(۲) سب سے اوّل قرآنِ شریف کا نام مصحف رکھا۔

(۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے قرآن شریف کو جمع کیا۔

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے وہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کو ترتیب مخصوص کے ساتھ جمع کیا جو تمام اُمت کے نزدیک مقبول ہے اور جس پر ساری اُمت کا اتفاق ہے۔

(۴) سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار سے لڑے اس لئے وہ دین الٰہی اور دعوتِ نبوت کے سب سے پہلے مجاہد ہیں۔

(۵) سب سے پہلے خلیفہ راشد ہیں۔

(۶) سب سے پہلے وہ خلیفہ ہیں جن کو باپ کی حیات میں خلافت ملی۔

(۷) سب سے پہلے انھوں نے خلافت کے لئے ولی عہد مقرر کیا۔

لہ اس باب کا ماخذ (باستثناء نمبر ۴ اور ۶ کے) کتاب محاضرۃ الاوائل مؤلفہ شیخ علاء الدین سکتواری ہے جو امام سیوطی کی کتاب محاضرۃ الاوائل سے ماخوذ ہے۔ نمبر ۴ کا ماخذ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی ۱۲۸۰ھ کا صفحہ ۵۵۳ ہے۔ نمبر ۶ کا ماخذ رسالہ مناقب الخلفاء مؤلفہ سید نور الحسن خاں مرحوم بھوپالی ہے جو تاریخ الخلفاء سیوطی کا خلاصہ ہے۔

(۸) سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔

(۹) سب سے پہلے صدرِ اسلام میں اجتہاد کیا۔

(۱۰) صحابۂ کرام میں سب سے اوّل اجتہاد کیا۔

(۱۱) سب سے پہلے اُن کا لقب خلیفہ ہوا۔

(۱۲) اسلام میں سب سے پہلے اُن کا لقب عتیق ہوا۔

(۱۳) اُمّتِ محمدیہ میں سب سے پہلے داخلِ جنت ہونگے۔

(۱۴) سب سے پہلے اسلام میں مسجد اُنھوں نے بنائی۔

(۱۵) سب سے پہلے یہ مقولہ اُنھوں نے فرمایا البلاء موکل بالمنطق۔

(۱۶) اسلام میں سب سے اوّل لقب اُن کو ملا یعنی عتیق۔

خاتمہ

حضرت ابوبکر کی زندگی کے معتبر اور مستند حالات و واقعات آپ نے پڑھے۔ اُن کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک قبل اسلام دوسرا بعد اسلام۔

مسلمان ہونے سے پہلے بھی وہ رئیس قریش تھے اور دولت مند تاجر۔ ریاست اور دولت کے ساتھ ساتھ حُسنِ اخلاق، ہمدردی، وسعتِ معلومات، دانشمندی اور معاملہ فہمی میں صاحب امتیاز تھے ان ہی صفات کے اثر سے قوم میں محبوب اور معتمد تھے۔ گزشتہ واقعات سے واقف تھے۔ حال کے حالات کا سفر اور تجارت کے ذریعے سے تجربہ حاصل تھا۔ اُن کی صفات کی شہرت نواحِ مکہ تک محدود نہ تھی بلکہ ابن الدغنہ کا قول ثابت کرتا ہے کہ اُن کی اخلاقی خوبیاں دُور دُور تک مسلّم تھیں۔ شراب کبھی نہیں پی۔ شعر پر پوری قدرت تھی۔ یہ اوصاف اور حالات بتاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر زمانہ جاہلیت میں بھی ایک سلیم الطبع غمخوار دانشمند اور زندہ دل انسان تھے جس انسان میں یہ صفات ہوں وہ بہترین

ہمدم و رفیق بن سکتا ہے۔

آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے ایک سال پہلے سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُن کی آمد و رفت تھی جس طرح طلوعِ آفتاب سے قبل نور کا ظہور ہو جاتا ہے اسی طرح قربِ وحی کے زمانہ میں انوارِ رسالت کا ظہور شروع ہو گیا تھا خلوت گزینی و عبادت مزاجِ اقدس کو بہت زیادہ مرغوب ہو گئی تھی۔ رویارِ صادقہ (سچے خواب) نظر آتے تھے۔ غرض بیداری و خواب دونوں حالتوں میں ظہورِ نور تھا۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ کی صحبت بھی بے اثر نہ رہ سکتی تھی۔ اس طرح حضرت صدیق اکبر نزولِ وحی سے پہلے قبولِ اسلام اور رفاقت و خلافت کی قابلیت و استعداد سے مشرف ہو چکے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ جب اسلام کی صدا کان میں آئی مانوس محسوس ہوئی۔ اُدھر حضرت صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبلیغ اسلام ہوئی اِدھر بے تامل حضرت صدیق اکبر نے آمنّا کہا اور تصدیق کی اُس قوت کے ساتھ کہا جو صدیقیت کے خلعت سے مشرف ہوئی۔

شرفِ اسلام کے بعد حضرت ابوبکر کی زندگی اطاعت و استقامت کا مرقع ہے اور ارشادِ ربانی یا ایّھا اللّذین اٰمنوا ادخلوا فی السّلم کافّۃ۔ (یعنی اے ایمان والو اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ) کی تا بحدِ بشر تعمیل۔ جسم جان شان عقل و فراست اولاد مال جائداد آرام و آسائش غرض جو کچھ اُن کی بساط میں تھا اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر قربان تھا۔ اسی لئے فاروقِ اعظم اور حضرت شیرِ خدا کی شہادت ہے ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا ابوبکر ہم جس نیکی کی طرف جھپٹے اُس میں ابوبکر ہم سے سبقت لے گئے۔ اپنی وجاہت کے اثر سے سابقین اولین کے اعلیٰ افراد کو خدمت مبارک میں قبول اسلام کے واسطے لاکر پیش کیا۔ مال خدمت اسلام کے لئے وقف تھا۔ مالی سرمایہ آخر عمر تک تجارت کے ذریعے سے بڑھایا اور اللہ اور اُس کے رسول کی راہ میں صرف کیا۔ کمزور مسلمانوں کو خرید خرید کر ظالم آقاؤں کے پنجے سے چھڑایا۔ مجاہدین کی خدمت میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو کچھ تھا سب لاکر حاضر کر دیا حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو دیکھ کر فرماتے ہیں، اے ابوبکر بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا۔ جواب میں عرض کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو

رکھ چھوڑا ہو۔ اللہ اکبر کیسا پاکیزہ سرمایہ رکھا۔ صدیق اکبر کی اُن دس ہزار اشرفیوں کی قیمت کا کون اندازہ کر سکتا ہو جو مسجد نبوی کی زمین کا زرِ ثمن تھیں۔ اُس پاک سرزمین کا ایک ٹکڑا روضۂ جنت ہو یہ منبر شریف اور قبرِ مبارک کے درمیان میں ہو دوسرا عرش سے بھی افضل ہو جو جسم اطہر کو مس کر رہا ہے۔

جان و مال کی اصل طہارت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر اپنے مال اور اپنے نفس کو اپنی ملکیت نہیں جانتے تھے بلکہ دونو کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت جانتے اور مانتے تھے جب ارشادِ مبارک ہوا ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (کسی کے مال نے مجھ کو وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا) تو یارِ غار نے رو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اور میرا مال آپ کے نہیں ہیں۔

اسی تسلیم و رضا کا اثر تھا کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا مال مثل اپنے مال کے بے تکلف صرف فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکر جب تک زندہ رہے خدمتِ دین کے واسطے کماتے رہے جب زندگی کے ساتھ خدمت کا سلسلہ قطع ہوا تو مال بھی ختم ہوا۔ وفات کے بعد نقد ایک حبہ پاس نہ تھا اور کفن کے لئے کوڑی نہیں چھوڑی۔

اولاد بھی اللہ اور اُس کے رسول کی مرضی پر قربان تھی۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات سے خاطرِ اقدس ملول تھی تو اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپکے عقد میں دے دیا۔ حضرت عبدالرحمن جب تک کافر رہے اُن کو دشمنِ جانی کی طرح دیکھا تعلق کیا۔ بدر میں جب اُن کو لشکرِ کفار میں دیکھا تو نہایت خشمگیں ہو کر کہا این مالی یا خبیث (اے پلید میرے حقوق کیا ہوئے) دیکھو حقوق یہی تھے کہ لشکر اسلام کی صف میں لڑیں اور اسلام پر قربان ہوں۔ غزوۂ اُحد میں تلوار میان سے لے کر اُن کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر دربارِ رسالت سے میدان میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔ جب انھوں نے مسلمان ہو کر ایک مرتبہ کہا کہ ابا جان ایک موقع پر غزوۂ بدر میں آپ میری زد پر آ گئے تھے مگر میں نے بچا دیا۔ سن کر فرمایا کہ بیٹا اگر تم میری زد پر آ جاتے تو میں ہرگز نہ چھوڑتا۔ ایک دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ غزوۂ طائف میں کام آئے اور

Marfat.com

خلعتِ شہادت سے سُرخ رُو ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ دو صاحبزادیوں نے باپ سے حدیث روایت کی یعنی حضرت عائشہ اور حضرت اسمار رضی اللہ عنہما۔

فتح مکہ کے وقت اپنے نود سالہ بوڑھے اور نابینا باپ کو خدمت میں لاکر حاضر کیا کہ شرف اسلام سے مشرف ہوں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ ابوبکر بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی میں خود اُن کے پاس چلتا عرض کی کہ انہی کو حاضر خدمت ہونا چاہئے تھا۔

ہجرت کے واقعات پر غور کرو۔ خونخوار دشمنوں کا نرغہ ہے۔ بارہ منزل دور مدینہ طیبہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں اہل وعیال اور مال وجائداد کا کوئی ظاہری محافظ نہیں۔ گھر میں بال بچوں کے حلقے میں بیٹھے ہیں کہ اسی اثنا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں " ابوبکر ہجرت کا حکم آگیا " بے اختیار منھ سے نکلتا ہے " اور میری رفاقت کا" ارشاد ہوتا ہے " اس کی بھی اجازت ہے " یہ مژدۂ جاں فزا سُن کر جوشِ مسرت سے بیتاب ہوجاتے ہیں اور نہایت شوق سے سامانِ سفر کا اہتمام کرتے ہیں۔ بی بی۔ بچے۔ مال اور مکان سب آنکھوں کے سامنے ہیں اُن کی مصیبت اور تباہی بھی شاید ذہن میں آئی ہوگی لیکن ہمدمی حبیب (روحی فداہ) کے ذوق کے مقابلے میں کسی کی پروا نہیں۔ کوئی سیرت یا تاریخ اس کا پتا ہی نہیں دیتی کہ مژدۂ ہجرت اور ہجرت کے درمیان جو وقت ملا اُس میں اُنھوں نے اپنی اولاد یا جائداد کی آسایش وحفاظت کا کچھ بھی بندوبست کیا ہو۔ انتہا یہ کہ باپ کو بھی خبر نہ کی۔ جو نقد سرمایہ تھا وہ خدمت کے لئے ساتھ لے لیا۔ اور خونخوار کفار کے نرغے میں سب کچھ چھوڑ کر رکابِ سعادت میں باطمینانِ قلب روانہ ہوگئے۔ اُن کی تسلیم ورضا کا پرتو اُن کے گھر والوں پر بھی اس قدر تھا کہ بجائے پریشان ہونے کے دوسروں کی پریشانی رفع کرتے تھے۔ جب بوڑھے دادا مضطرب ہوکر آئے تو پوتی نے تدبیر سے اُن کی تسکین کر دی حالانکہ اسی پوتی کو بیکسی میں ابوجہل کی شقاوت کا صدمہ پہونچا تھا۔ شرف اسلام کے بعد سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک پروانہ وار شمع رسالت (بابی وامی) پر قربان ونثار تھے۔ تمام جانفروشی کے موقعوں پر یعنی غزوات میں شمشیر بکف ہمرکاب ہے۔ بدر میں جو شانِ شجاعت دکھائی اُسے حضرت

شیرِ خدا کی زبانِ مبارک سے "اشجع الناس" کا خطاب دلوایا۔ اُحد کے حوصلہ فرسا ہنگامے میں سب سے اوّل حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ مجروحی شہدار کی لاشوں میں دیکھکر شناخت کیا، جب اُن کے بیٹے عبد الرحمٰن نے کفار کی طرف سے میدان میں آکر حریف طلب کیا تو تلوار میان سے نکال کر مقابلے کے لئے تیار ہو گئے اور اجازت طلب کی۔ فرمانِ رسالت ہوا۔ شِمْ سیفک ودامتعنابلک (تلوار میان میں کرلو اور ہم کو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو) یہ فرمان سُنا تو قصد ملتوی کر دیا۔ لڑائی اور صُلح سب میں آپ ہی کی خوشنودی مطلوب تھی۔ غزوۂ خندق میں ایک دستہ حضرت صدیق کے ماتحت تھا۔ دیکھو صداقت کی برکت جس موقع پر یہ دستہ متعین تھا وہاں ایک مسجد بنی۔ جو صدیوں تک قایم رہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اُن کے زمانہ تک موجود تھی یعنی بارہویں صدی ہجری میں۔ حُدیبیہ کے معرکے میں جو وقت معرکہ کا تھا اُس میں حضرت فاروق اعظم تک بیتاب تھے مگر حضرت صدیق اکبر کی تسلیم و رضا کا یہ جلوہ تھا کہ اضطراب کجا جب حضرت عمر نے اُن سے جاکر ماجرا بیان کیا تو صرف اسقدر کہا کہ رکاب سعادت تھامے رہو۔ تبوک میں جائزہ فوج امامت اور بڑا نشان یہ سب خدمات حضرت صدیق اکبر کے سپرد تھیں۔ اندازہ کرسکتے ہو کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت کیسا ہوش ربا وقت تھا۔ دُنیا میں ایسے اشخاص کی وفات سے جو سرگروہ اور کار فرما ہوتے ہیں ایک تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اُس ذاتِ پاک کی رحلت جو دو نو عالم کی مرکز تھی جس پر صحابۂ کرام جان سے قربان تھے اور جس کے وجود باوجود کی برکت سے وحی کا سلسلہ قائم تھا۔ انوارِ قدس کی بارش اس عالمِ خاکدان پر ہو رہی تھی اور اس فیض و برکت کو اُس قدسی گروہ کا ہر فرد محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ اپنے خلافت کے دور میں جب حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم کو ساتھ لے کر حضرت ام ایمن کے پاس باتباع سنتِ نبوی گئے تو وہ روئیں اور رونے کی وجہ یہ بتائی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا۔ اس حادثہ کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وقفِ حیرت تھے۔ مسجد میں صحابۂ کرام کا مجمع تھا، اور

Marfat.com

حضرت عمرؓ اُس مجمع میں یہ تقریر فرما رہے تھے کہ منافق کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ واللہ وفات نہیں پائی ہے بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب رہ کر واپس آ گئے تھے۔ حالانکہ اُن کی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پا گئے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت فرمائینگے اور اُن لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹینگے جو کہتے ہیں کہ آپنے وفات پائی۔ اب حضرت ابوبکرؓ کی حالت پر نظر ڈالئے۔ جب اُن کو اس سانحہ ہوش ربا کی خبر پہونچی تو گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور سیدھے حجرۂ مبارک پر پہونچے۔ چہرۂ اقدس سے چادر اُٹھائی۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور رو کر کہا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ کی حیات اور وفات دونو پاک ہیں جو موت خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر فرمائی تھی اُس کا ذائقہ آپنے چکھ لیا۔ اب اس کے بعد آپ کبھی وفات نہ پائینگے۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں آئے تو حضرت عمرؓ کو کلام بالا کہتے ہوئے سُنا۔ اُن سے کہا سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ خاموش نہ ہوئے تو خود سلسلۂ کلام شروع کر کے حاضرین کو اپنی طرف مخاطب فرما لیا اور کہا۔

اے لوگو جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھ لے کہ) محمدؐ نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو پوجتا تھا تو (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا۔ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد) اور نہیں محمدؐ مگر ایک رسول ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم برگشتہ ہو جاؤگے اور جو شخص برگشتہ ہو جائیگا تو وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہونچائیگا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دیگا۔

اس کلام کو سُن کر آنکھوں کے سامنے سے حیرت کا پردہ اُٹھ گیا۔ اور حقیقت واقعہ منکشف ہو گئی حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکشاف ہوا تو فرط غم سے بیٹھ گئے۔ اہل معرفت نے اس خطبہ کو توحید کا اعلیٰ مظہر مانا ہے۔ غور کرو اگر حضرت ابوبکرؓ کی قوت ایمانی اُس وقت اس حیرت کو رفع نہ کر دیتی تو مثل اور انبیاء کے آپ کی رحلت کا واقعہ چیستان بن کر رہ جاتا۔ دین و ملت کا سارا شیرازہ درہم و برہم ہو جاتا۔ بنی ساعدہ کے سقیفے کا حال تم پڑھ چکے وہ چند گھنٹے ایسے

Marfat.com

خطرناک اور قیمتی تھے کہ اُن کے فیصلے نے اُمت کو تباہی سے بچالیا۔ خود حضرت عمر کا قول ہے کہ واقعہ سقیفہ دفعتہً ہوا مگر اُس نے مسلمانوں کو تباہی سے بچالیا۔ یہ بھی دیکھو کہ اُس جدّوجہد صدیقِ اکبر کا مقصد ذاتی رفعت نہ تھی بلکہ محض امت کی خدمت تھی۔ جب انتخاب اور بیعت کا وقت آیا تو حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ کو پیش فرمادیا کہ ان میں سے جس سے چاہو بیعت کرلو، دونو خلافت کے اہل ہیں۔ خلیفہ ہونے کے بعد صاف کہہ دیا کہ نہ خلافت کی مجھ کو کبھی تمنا تھی نہ میں نے پوشیدہ اس کے لئے دعا کی۔

خلافت کا زمانہ قوتِ ایمانی کے اعلیٰ ظہور کا زمانہ ہے۔ اُس عہد کے واقعات بلند آہنگی سے یہ شہادت دے رہے ہیں کہ شانِ صدیقیت اور ایمانی قوت میں وہ مُبارک ذات ممتاز تھی۔ واقعاتِ خلافت کہہ رہے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول بالکل صحیح تھا کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق کی قوتِ عالمہ وعاملہ انبیا و رسل کے مُشابہ تھی۔ خلافت صدیقی کا زمانہ قوتِ عمل کا کارنامہ تھا۔ ابتدائی خطبہ دیکھو۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں۔ جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ انشاء اللہ اُس کا حق دلواؤں گا۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے اُس سے انشاء اللہ حق لے کر چھوڑونگا۔ اس کے ساتھ وہ فقرہ ملائیے جو ہنگامۂ ردّت کے وقت فرمایا تھا۔ انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حیٌّ (ظاہر ہے کہ وحی کا سلسلہ قطع ہوگیا۔ دین کمال کو پہونچ گیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میری زندگی میں اُس کی قطع وبُرید کی جائے)

ان دونو مقولوں سے واضح ہے کہ خلافت سے حضرت ابوبکر کا مقصود حفاظت دین اور خدمتِ خلق تھی۔ عملاً یہ ثبوت ہے کہ اُن دو خدمتوں کے سوا کوئی تیسرا کام اُنھوں نے خلافت میں نہیں کیا۔

آغازِ خلافت میں جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کی وجہ سے عرب میں ارتداد خانہ جنگی و بغاوت کا طوفان ہر طرف برپا تھا۔ مؤرخ ابن اثیر کا قول ہے کہ چوبیس قبیلے مُرتد ہو کر میدان جنگ میں

Marfat.com

سرگرم کارزار تھے۔ سرحد کی دوجانب قیصر و کسریٰ مسلمانوں کی تاک میں تھے اس حالت کا نقشہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان الفاظ میں کھینچا ہے " اُس وقت مسلمان بکریوں کے اُس گلے سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہ جائے "۔

حضرت ابوبکر نے غایت تدبر سے ان تمام مشکلات کا صحیح اندازہ فرمایا اور اُس کی کامل تدبیر فرمائی اور یہی ایک مدبر کا کمال ہے۔ دیکھو خلافت کے دسویں دن جو قاصد ارتداد کی خبریں لیکر مدینہ طیبہ میں آئے اُن سے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ " صبر کرو اس کے بعد جو خط آئینگے اُن میں اس سے زیادہ سخت خبریں ہونگی " مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ کے شر سے محفوظ رکھنے کا یہ اہتمام تھا کہ فتنۂ ارتداد سے فارغ ہوتے ہی اُن کی جانب ہمہ تن متوجہ ہوگئے۔ اس زمانہ میں ایک صحابی نے اپنے قبیلے کے ایک معاملے کی جانب اُن کو توجہ دلائی تو غصہ ہوکر فرمایا کہ میں تو اُن دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی طرف مائل کرتے ہو۔ خلافت صدیقی کا زمانہ صرف سوا دو سال ہے۔ اسی قلیل عرصے میں ارتداد کا وہ فتنہ فرو کیا جاتا ہے جس کی آگ یمن سے لے کر نواح مدینہ طیبہ تک مشتعل تھی۔ اس حالت پر غور کرو کہ یمن سے لے کر مدینہ طیبہ تک مرتدوں کے لشکر ٹڈی دل ہوئے ہیں۔ خود مدینہ طیبہ مرتدوں کے نرغے میں ہے۔ اس ہنگامہ قوت کے ساتھ مرتد خلیفۂ رسول اللہ کو یہ پیام دیتے ہیں کہ ہم سے نماز پڑھوا لو مگر زکوٰۃ معاف کردو۔ گویا بنیاد اسلام کا ایک پایا ڈھا دینا چاہتے ہیں۔ اس طرف یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کا چیدہ لشکر حضرت اُسامہ کی سرداری میں رومیوں کے مقابلے میں روانہ ہوتا ہے حضرت ابوبکر صحابہ کرام سے مشورہ کرتے ہیں جن میں فاروق اعظم بھی شریک ہیں۔ سب کی رائے ہوتی ہے کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت عمر کے یہ الفاظ تھے " یا خلیفۃ رسول اللہ تالیف الناس وارفق بھم " (یعنی اے خلیفۂ رسول اللہ ان لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔

اس مشورے کو سُن کر حضرت ابوبکر حضرت عمر کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام　　یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان ہوکر

انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حیّ واللہ لاجاھدنھم ولو منعونی عقالاً

ذلیل وخوار ہوگئے۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور دین کمال کو پہنچ گیا کیا میری حیات میں اُس کی قطع و برید کیجائیگی واللہ اگر لوگ ایک رسی کا ٹکڑا بھی (فرض زکوٰۃ میں) دینے سے انکار کرینگے تو میں اُن پر جہاد کرونگا۔

یہ فرماکر مرتدوں کے ایلچی اسی جواب کے ساتھ واپس کردئے جاتے ہیں۔ اُن کے جانے کے بعد باوجود ظاہری بے سروسامانی کے مدینہ منورہ کی حفاظت فرمائی جاتی ہے اور حملہ آوروں کے حملے نہ صرف روکے جاتے ہیں بلکہ اُن پر حملہ کرکے شکست دی جاتی ہے اور سیلاب ارتداد کے فرو کرنے کی تدبیر کیجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ھ کے ختم تک یعنی صرف نو ماہ میں یہ ہنگامہ فرو ہوگیا اور اس قوت کے ساتھ کہ پھر آج تک نہیں برپا ہوا۔ ۱۲ھ میں کسریٰ کی قوت کا کسر و انکسار شروع ہوا اور اختتام سنہ مذکور سے قبل تجویزہ مہم عراق ختم ہوگئی۔ اُس کے ختم ہوتے ہی قیصر کی نوبت آئی۔ اسلام کے لشکر شام پر بڑھے۔ اور معرکہ یرموک کے سر ہونے سے رُومیوں کو قوت اسلام کا اندازہ ہوگیا۔ اسی واسطے خطبۂ وفات میں حضرت شیر خدا نے فرمایا تھا۔

"ان اوصاف وفضائل کی قوت سے تم نے باطل کو اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ اُس کے بعد راستہ صاف تھا۔ مشکل آسان تھی اور فتنہ وفساد کی آگ سرد"

جنگی معرکوں کے ساتھ ملکی انتظام بھی تھے۔ عراق فتح بھی ہوا اُس میں خراج کا بندوبست بھی ہوا اور خراج وصول ہوکر اسلام کے مقاصد کی تکمیل میں صرف بھی ہونے لگا لشکر کو یہ ہدایتیں تھیں۔

"خیانت نہ کرنا۔ دھوکہ نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی نہ کرنا۔ کسی شخص کے اعضا نہ کاٹنا۔ کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور اور میوہ دار درخت نہ کاٹنا نہ جلانا۔ اونٹ بکری یا گائے کو سوا غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ عیسائیوں کے گوشہ گیر اہل عبادت کو نہ ستانا۔ نعمتیں کھاکر خدا کو نہ بھولجانا" دیکھو عین معرکۂ کارزار میں دین واخلاق کا سبق یاد رکھنے کی تاکید ہے۔ ترحم وکرم کا دائرہ

انسان - حیوان - نباتات سب کے لئے وسیع ہے - مورخ ابن اثیر نے (جن کی وفات ۶۳۸ھ میں ہے) لکھا ہے کہ "خلافتِ صدیقی کے احکام بالا آج تک مسلمانوں کے لشکر کے دستور العمل ہیں" یورپ کی حالیہ جنگ عظیم کے ہولناک مناظر دیکھ کر قدرتی طور پر یہ تمنا قلبِ سلیم میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش تعلیم صدیقی کا فیض مغرور یورپ نے حاصل کر لیا ہوتا تو بنی نوع انسان پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی۔

اس موقع پر ذرا شانِ صدیقی کا مرقع دل کی نگاہ کے سامنے لے آؤ۔ مسیلمہ کذاب سے معرکہ ہے روم و ایران کے شیروں سے مقابلہ ہے محلہ کی لڑکیوں کی فرمائش سے بکریاں دوہی جا رہی ہیں راستہ میں بچے بابا بابا کہہ کر لپٹ رہے ہیں۔ نواح مدینہ میں ایک اپاہج اندھی بوڑھیا کی خدمت اس اہتمام سے ہو رہی ہے کہ حضرت عمرؓ بھی سبقت نہیں لے جا سکتے۔ کاندھے پر کپڑے کی گٹھڑی ہے اور مدینہ کے بازار میں خرید و فروخت کر کے اہل و عیال کی روزی کا سامان کرتے ہیں۔ یمن پر حملہ ہوتا ہے تو لشکر کی کمان بھی کرتے ہیں۔ میدانِ جنگ کا پورا خاکہ تیار کر کے امیرِ لشکر کے حوالے فرماتے ہیں۔ عراق کی مہم میں یہ بھی اہتمام ہے کہ ملک کی آبادی میں فرق نہ آئے۔ زراعت و اہلِ زراعت تباہ نہ ہوں۔ بندوبست آراضی کی ہدایتیں جاری ہوتی ہیں۔ کلامِ مجید اور حدیث کی خدمت ہو رہی ہے۔ فقہ کے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ دین کے مشکل مسئلے حل کئے جاتے ہیں۔ ذکر کی تلقین ہوتی ہے۔ غرض ایک ہی وقت میں بادشاہ اور درویش مفسر۔ محدث فقیہ۔ اولوالعزم اور مسکین۔ سپہ سالار اور مالیات کے حاکم۔ تاجر سب کچھ ہیں۔ اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا سے بالکل پاک صاف۔ نہ ملک ورثاء کے لئے چھوڑتے ہیں نہ روپیہ نہ جائداد۔ پرانی چادریں دھوئی جاتی ہیں اور خلیفہ رسول اللہ ان میں دفنا دئے جاتے ہیں اور دیکھو یہ سب کچھ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے لئے ہے۔

علمی خدمات

قرآن مجید بہ شکل کتاب ایک جا لکھوا کر محفوظ فرما دیا اور اس کا نام مصحف رکھا۔ معانی کلامِ مجید کے متعلق جو مشکلات پیش آئیں ان کو حل کیا۔ حدیث کی روایت کی۔ زکوٰۃ کی

Marfat.com

مقادیر کی بابت سب سے زیادہ معتبر روایت حضرت صدیق کی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس دیگر اُمہات مسائل میں حضرت ابوبکر کی روایتیں سند ہیں۔ فقہ میں قاعدہ اجتہاد مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بنا۔ مشکل مسائل فقہ کو حل کیا۔

تعبیر رؤیا میں اُن کی شانِ جلالت مسلّم ہے۔

تصوّف میں ذکر کلمۂ طیّبہ کا طریقہ سب سے اوّل تلقین کیا۔ کشف المحجوب میں صدّیق اکبر کو امام تصوّف لکھا ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت صدّیق تک پہونچتا ہے۔ اہلِ معرفت کا قول ہے کہ نسبتِ صدیقی نسبتِ ابراہیمی تھی اسی لئے غلبۂ توحید علیٰ وجہ الکمال تھا۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لقب "اوّاہٌ منیب" ہیں یعنی دردمند اور اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے۔ صحابۂ کرام میں حضرت ابوبکر کا لقب "اوّاہ" تھا (دردمند) یہ بھی نسبت ابراہیمی کا اثر تھا۔ حضرت سرورِ عالم کے ساتھ مرتبۂ ضمنیت کبریٰ حاصل تھا۔ لہٰذا کمالات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم حضرت ابوبکر تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے حضرت صدّیق کے قلب پر شعاع غیبی کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا تھا۔ لہٰذا حقیقتِ حال بصورتِ عزیمت ظاہر ہوتی نہ بہ رنگِ تخیل۔ حدیث ماصب اللہ فی صدری شیئاً الا صببتہٗ فی صدر ابی بکر یعنی جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

واقعۂ وفات پر غور کیجئے۔ ایک انسان کی اصل حالت کا معیار غالباً اُس زمانہ سے بڑھ کر دوسرا نہیں ہو سکتا جو موت کے قریب ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر جسمانی حیثیت سے کبھی قوی نہ تھے۔ اس ضعف کے ساتھ ترسٹھ برس کی عمر میں علیل ہوتے ہیں۔ پندرہ روز بخار آتا ہے۔ انتہا یہ کہ مسجد جانے کی قوت نہ رہی حالانکہ گھر کی کھڑکی مسجد میں تھی۔ اس سے تم جسمانی ضعف کا اندازہ کر سکتے ہو۔ اس شدّت ضعف و مرض میں عزیمت کا کیا حال ہے۔ بعض ہمدرد طبیب کے بلانے کا مشورہ دیتے ہیں تو فرماتے ہیں طبیب دیکھ چکا۔ استفسار کرتے ہیں دیکھ کر کیا کہا۔ فرماتے ہیں یہ

کہا ہے۔

"انی فعال لما ارید" (یعنی میں جو ارادہ کرتا ہوں کر ڈالتا ہوں)

دیکھو حضرت صدیق کی نبض کس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ تسلیم و رضا کا بہترین سبق ہے۔ ایام مرض اُس گھر میں بسر کرتے ہیں جو دربار نبوی سے مرحمت ہوا تھا جب مرض نے زیادہ زور پکڑا تو جانشین کی فکر ہوئی۔ سوچا۔ مشورہ کیا۔ بالآخر حضرت فاروق اعظم کو منتخب فرمایا۔ اس انتخاب پہ اُن فیوض و برکات نے آفریں کہی جو عالم پہ دورِ فاروقی میں عدلِ فاروقی سے نازل ہوئے۔ منشار انتخاب کیا تھا۔ وہ بھی سن لو۔ جب ایک شخص نے حضرت عمر کو سخت مزاج خیال کرکے اعتراض کیا تو نہایت جوشِ صداقت کے ساتھ جواب دیا۔

ابا اللہ تخوفنی اذا القیت اللہ قلت استخلفت علی اھلک خیر اھلک

یعنی۔ کیا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو۔ میں جس وقت اللہ کے روبرو جاؤنگا تو کہونگا کہ میں تیری مخلوق پر سب سے بہتر آدمی کو اپنا جانشین مقرر کرکے آیا ہوں۔

اس کی تشریح اُس دعا کے الفاظ میں بھی ہے جو حضرت عمر کے حق میں بعد وصیت فرمائی۔

اللھم انی لم ارد بذلک الا اصلاحھم وخفت علیھم الفتنۃ فعملت فیھم بما انت اعلم بہ واجتھدت لھم رأیا ولیت علیھم خیرھم واقواھم واحرصھم علی ما ارشدھم

اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری کے ارادے سے کیا ہے اور اُس اندیشہ سے کہ اُن میں فساد نہ ہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جسکو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور و فکر کے بعد بہترین اور قوی ترین شخص کو ولی عہد کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی راستروی کا خواہشمند ہے۔

عین وفات کے قریب حضرت مثنیٰ عراق سے فوجی کمک حاصل کرنے مدینہ آتے ہیں تو خلیفہ کو بستر وفات پر پاتے ہیں۔ اس پر بھی حضرت ابوبکر اُن سے مفصل حالات سنتے ہیں۔ حضرت عمر کو بلاکر فرماتے ہیں۔

"جو میں کہتا ہوں اُس کو سنو اور عمل کرو۔ مجکو توقع ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ دن

Marfat.com

میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دے کر
مُثنیٰ کی مدد پر آمادہ کرنا کسی مُصیبت کی وجہ سے دین کی خدمت اور حکم ربّانی کی تعمیل سے نہ رُکنا
چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھ کر کیا مُصیبت ہوسکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ
اُس روز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اُس روز حکم الٰہی کی بجا آوری میں کوتاہی
کرتا تو اللہ ہم کو تباہ کرکے سزا دیتا۔ اور مدینہ میں آگ بھڑک اُٹھتی۔ اگر خداوند تعالیٰ شام میں
مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیجدینا اس لئے کہ وہ کارآزمودہ اور وہاں کے حالات
سے واقف ہے۔"

اُسی دَوران مرض میں یہ مُحاسبہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے وظیفہ کیا ملا۔ ظاہر ہے کہ جو
کچھ ملا وہ بھی ملا۔ حق المحنتہ تھا جو صحابہ کرام کی تجویز سے ملا۔ تاہم صفائی محاسبہ پیش نظر تھی اس
لئے اپنی ایک جائداد فروخت کراکر کُل رقم بیت المال کی بیباق کردی۔ بعد بیعت کے جو اضافہ
مال میں ہوا تھا یعنی ایک حبشی غلام جو بچّوں کو کھلاتا تھا اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر
صیقل کرتا تھا، ایک چادر سوا روپیہ قیمت کی اور ایک اونٹنی (جس پر پانی آتا تھا) اُسکی نسبت
حکم ہوا کہ بعد وفات سب چیزیں خلیفہ کے پاس پہونچادی جائیں۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوئی
تو حضرت عمرؓ روئے اور فرمایا "اے ابوبکر تم اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت سخت کرگئے"

اتباع سنّت دیکھو۔

قریب وفات حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچے
کا کفن دیا گیا۔

کہا۔ تین پارچہ کا۔

فرمایا۔ میرے کفن میں بھی تین ہی کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں
دھولی جائیں ایک چادر نئی لی جائے (مسلمانو! تمھارے خلیفہ کے توشہ خانہ میں صرف دو
چادریں تھیں)

Marfat.com

ایثار ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سُنکر کہا کہ "ہم ایسے تنگ دست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں"

فرمایا "جانِ پدر نئے کپڑے مُردوں سے زیادہ زندوں کے لئے موزوں ہیں کفن تو پیپ اور لہو کے واسطے ہے"

قُدرتی اتباعِ سُنّت دیکھئے۔

انتقال کے روز فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن رحلت فرمائی، لوگوں نے کہا دوشنبہ کو۔ فرمایا مجھے اُمید ہے کہ میری موت بھی آج ہی ہوگی۔ (یہ دوشنبہ کا دن تھا)

سنو ادبِ محبوب۔

عین سکرات کے وقت جب دَم سینہ میں آچکا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے یہ شعر پڑھا۔

وَ ابیضَ یستسقی الغمام بوجہہٖ — یعنی "وہ نورانی صورت جس کی تازگی سے ابر سیراب
ربیعُ الیتامیٰ عِصمۃٌ للاراملِ — ہو۔ یتیموں کی پناہ بیواؤں کی محافظ"

سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:۔

"یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ابوبکر اس کا مستحق نہیں"

رضی اللہ عنہ۔

خدارا ان واقعات پر غور کرو اور کہو کہ حضرت صدیق کے دل میں سوائے اللہ اور اُس کے رسول کے کسی کی بھی محبت تھی۔ واللہ نہ تھی۔ ہرگز نہ تھی ؎

بہ پردہائے دل و چشم من نہاں حسرت
من و خدائے کہ جز جلوہ نگارم نیست

رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

وجزاہ عنا خیر الجزاء۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین۔

کتبہ ناچیز سید علی عباس تلمیذ حضرت اعجاز رقم مرحوم لکھنوی

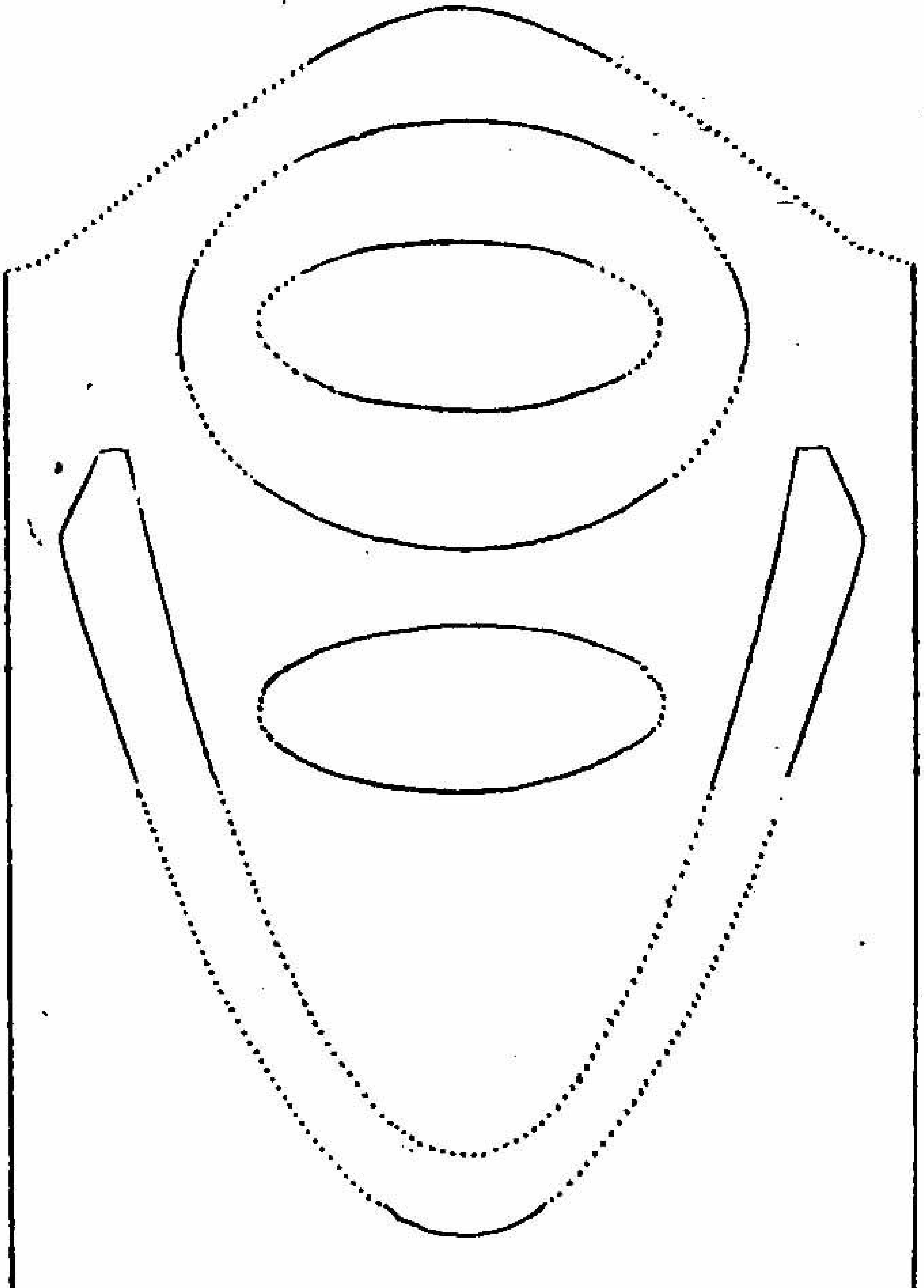

Marfat.com

تاریخ کی چند خاص کتابیں

حیاتِ صلاح الدین

ملک الناصر سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس کی وہ سوانحعمری جس کا پہلا اڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگیا تھا اور عرصہ سے پبلک اُس کی دوسری اشاعت کے لئے بیچین تھی۔ اس کتاب سے آپ کو معلوم ہوگا کہ سلطان صلاح الدین کون تھا اور اُسنے سارے یورپ کے صلیبی جہاد کے مقابلہ میں کس طرح بیت المقدس فتح کیا اسمیں اس جنگ کے حالات بھی تفصیل سے لکھے گئے ہیں جسمیں اس قدر خونریزی ہوئی تھی کہ گھوڑوں کے سینہ سینہ تک خون میدان میں بھر گیا تھا، یہی وہ آخری جنگ تھی جسمیں یورپ کی ساری طاقتیں گرجتے ہوئے بادل کی طرح اُمنڈ کر آئیں اور میدان میں اُتر کر سرفروشی کی لیکن صلاح الدین کے ایک نعرہ اللہ اکبر نے جس سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا گونج اُٹھی تھی سب کو پیچھے ہٹا دیا اور بیت المقدس کو فتح کرلیا کتاب کے شروع میں سلطان صلاح الدین کی اصلی تصویر خاص طور پر ٹرکی سے منگا کر لگائی گئی ہے اور رنگین ولایتی سرورق لگایا گیا ہے، قیمت صرف ۲؍ (دو روپیہ)

علمائے سلف

مولنا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدر الصدور امور مذہبی کی وہ لاجواب کتاب جو اپنے موضوع پر اُردو میں پہلی کتاب ہے اسمیں علمائے سلف کی زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ علمائے سلف نے کسقدر محنتوں مشقتوں اور تکلیفوں کے بعد علوم و فنون کو حاصل کیا تھا اور اپنے علوم سے دوسروں کو کسقدر فائدہ پہنچایا تھا اس کتاب کے مطالعہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ علم اور عمل کیا چیز ہے اور علماء نے کس قدر آزادی سے دُنیا میں اپنا فرض انجام دیا ہے، سرورق رنگین ولایتی قیمت صرف عہ (ایک روپیہ)

الصحابیات

اس کتاب میں ۴۷ صحابیات کے حالات نہایت تحقیق کیساتھ لکھے گئے ہیں اور صحابی خواتین کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کو دکھا کر مسلمان خواتین کو اپنی زندگی درست کرنے کا سبق دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ صحابی خواتین کی پاکیزہ زندگی اور علم و عمل کی حالت کیا تھی بچیوں اور عورتوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بنایت ضروری ہے، قیمت عہ؍ ـ جنرل منیجر نجات بُک ایجنسی بجنور (یُو،پی)